انصار الدین

جلد ۱۴ نمبر ۴ | وفاء ظہور ہجری شمسی ۱۳۹۵ | جولائی و اگست ۲۰۱۷ء



جلسہ سالانہ یوکے ۲۰۱۷ء







﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصارالدین

جلد 14   نمبر 4   مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ   جولائی و اگست 2017ء

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ کیا آپ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں اور ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5PT   e-mail address: ansaruddin@ansar.org.uk

درس القرآن

فَاتَّقُوْااللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَ نْفُسِکُمْ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ اِنْ تُقْرِضُوْا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْہُ لَکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ وَاللّٰہُ شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ۔ (التغابن:17۔18)

ترجمہ: پس اللہ کا تقوی اختیار کرو جس حد تک تمہیں توفیق ہے اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ اور جو نفس کی کنجوسی سے بچائے جائیں تو یہی ہیں وہ لوگ جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ اگر تم اللہ کو قرضہ حسنہ دو گے تو وہ اسے تمہارے لئے بڑھادے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بہت قدر شناس اور بردبار ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو اس طرف توجہ دلا رہا ہے کہ تقویٰ اختیار کرو اور کامل اطاعت سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے جو بیشمار احکامات ہیں ان میں سے ایک اہم حکم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی ہے۔ پس مومن کو مالی قربانی کے وقت کبھی تردّد اور ہچکچاہٹ سے کام نہیں لینا چاہئے کیونکہ یہ مالی قربانی جو مومنین کرتے ہیں ایک نیک مقصد کے لئے ہوتی ہے۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت ہی وہ جماعت ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے، اس کی خاطر نیک مقاصد کی ترقی کے لئے خرچ کرتی ہے اور خرچ کرنے کی خواہشمند ہے، اسلام کی تبلیغ ہے، مبلغین کی تیاری اور ان کو میدان عمل میں بھیجنا ہے، لٹریچر کی اشاعت ہے، قرآن کریم کی اشاعت ہے، مساجد کی تعمیر ہے، مشن ہاؤسز کی تعمیر ہے، سکولوں کا قیام ہے، ریڈیو اسٹیشنوں کا مختلف ممالک میں اجراء ہے جہاں سے دین کی تعلیم پھیلائی جاتی ہے، ہسپتالوں کا قیام ہے، دوسرے انسانی خدمت کے کام ہیں۔ غرض کہ اسی طرح کے مختلف النوع کام ہیں جو حقوق اللہ کی ادائیگی اور حقوق العباد کی ادائیگی سے تعلق رکھتے ہیں جو آج دنیا کے نقشے پر حقیقی اسلامی تعلیم کے مطابق صرف جماعت احمدیہ ہی کر رہی ہے۔ یہ اس لئے کہ ہم نے زمانے کے امام کو مان کر ان کاموں کی روح کو سمجھا ہے۔ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے نفس کی کنجوسی سے بچتے ہوئے ان لوگوں میں شامل ہونے کا اِدراک حاصل کیا ہے جن کا شمار مُفْلِحُوْن میں ہے۔ صرف کامیابی اس کے معنی نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو کشائش پانے والے ہیں۔ اس کے معنی میں وسعت ہے، کامیابیوں سے بہت بڑھ کے اس کی تفصیل ہے، وہ لوگ جو کشائش پانے والے ہیں جو کامیابیاں حاصل کرنے والے ہیں، اپنی نیک خواہشات کی تکمیل کرنے والے ہیں، وہ لوگ ہیں جو خوشگوار زندگی کو حاصل کرنے کی خواہش رکھنے والے ہیں۔ ایسی خوشگوار زندگی جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہو، جن کی زندگیاں خدا تعالیٰ کی حفاظت میں آ جاتی ہیں، جن کی کشائش کو دوام حاصل ہوتا ہے، جو مستقل رہتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اطمینان حاصل کرنے والے ہیں۔ جن پر اس دنیا میں بھی اور اُخروی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل ہمیشہ نازل ہوتے رہتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9 جنوری 2015ء سے انتخاب)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

☆ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ مجھے ایسا ایمان اور یقین نصیب فرما جس کے بعد کفر نہیں ہوتا اور ایسی رحمت عطا کر جس کے ذریعہ مجھے دنیا اور آخرت میں تیری کرامت کا شرف حاصل ہو جائے۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب مایقول اذا قام من اللیل)

☆ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی کٹھن امر درپیش ہوتا تو یہ دعا کرتے: اے اللہ مَیں تیری پناہ مانگتا ہوں ابتلا کی سختی سے اور بدبختی کی گرفت سے اور تقدیر کے شر سے اور دشمنوں کے اپنے خلاف خوش ہونے سے۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب التعوذ من جھد البلاء حدیث نمبر: 5871)

☆ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دعا سکھائی: اے اللہ! میرا باطن میرے ظاہر سے اچھا کردے اور میرا ظاہر نیک بنادے۔ اے اللہ! مَیں تجھ سے دنیا میں تیری عطاؤں میں سے ایسے نیک اہل و عیال اور پاک مال مانگتا ہوں جو نہ خود گمراہ ہوں اور نہ دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہوں۔

(جامع ترمذی کتاب الدعوات باب دعا یوم عرفۃ حدیث نمبر 3510)

☆ حضرت حارث الاشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو یاد کرو اور ذکر الٰہی کی مثال یوں سمجھو کہ جیسے کسی آدمی کا اس کے دشمن نہایت تیزی کے ساتھ پیچھا کرتے رہے ہوں یہاں تک کہ اس آدمی نے بھاگ کر ایک نہایت مضبوط قلعہ میں پناہ لی اور دشمنوں کے ہاتھ لگنے سے بچ گیا۔ اسی طرح بندہ شیطان سے بچ نہیں سکتا مگر اللہ کی یاد کے سہارے۔

(جامع ترمذی کتاب الامثال باب مثل الصلوٰۃ حدیث نمبر: 2790)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ روزے ڈھال ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم باب فضل الصوم حدیث نمبر 1761)

☆ حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر بھی ایک قسم کا عذاب ہے جو تم میں سے سفر کرنے والے کو نیند اور کھانے پینے سے محروم کر دیتا ہے۔ اس لئے جب تم میں سے کوئی اپنا کام پورا کر لے تو اپنے گھر والوں کے پاس جلدی چلا جائے۔

(بخاری کتاب الجھاد باب السرعۃ فی السیر حدیث نمبر: 2779)

☆ حضرت بلالؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں تہجد کا التزام کرنا چاہئے کیونکہ یہ گزشتہ صالحین کا طریق رہا ہے اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ یہ عادت گناہوں سے روکتی ہے اور برائیوں کو ختم کرتی ہے اور جسمانی بیماریوں سے بچاتی ہے۔

(سنن الترمذی کتاب الدعوات باب 112 حدیث 3549)

کلام الامام علیہ السلام

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد محمود ریجائنا (کینیڈا) کا افتتاح کرتے ہوئے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 4 نومبر 2016ء میں مساجد کی تعمیر اور اُن کی آبادی سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''مسجد کے بننے سے بہت سے ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کی خود بخود مسجد کی طرف نظر اٹھے گی اور مسجد دیکھ کر آپ کی طرف توجہ پیدا ہوگی۔ یہاں کے رہنے والے احمدیوں کی طرف توجہ پیدا ہوگی۔ اور اس وقت ہر احمدی کا عمل اور تقویٰ ہے جو دوسروں کی ہدایت کا باعث بنے گا۔ پس یہ مسجد یہاں رہنے والے ہر احمدی پر ذمہ داری ڈال رہی ہے اور اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے ہر احمدی کو نمونہ دکھانے کی ضرورت ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ''ہماری جماعت کے لوگوں کو نمونہ بن کر دکھانا چاہئے۔'' فرمایا کہ ''...... جو شخص ہماری جماعت میں ہو کر برا نمونہ دکھاتا ہے اور عملی یا اعتقادی کمزوری دکھاتا ہے تو وہ ظالم ہے کیونکہ وہ تمام جماعت کو بدنام کرتا ہے اور ہمیں بھی اعتراض کا نشانہ بناتا ہے۔ بُرے نمونے سے اَوروں کو نفرت ہوتی ہے اور اچھے نمونہ سے لوگوں کو رغبت پیدا ہوتی ہے۔'' آپ فرماتے ہیں کہ ''بعض لوگوں کے ہمارے پاس خط آتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں اگرچہ آپ کی جماعت میں ابھی داخل نہیں مگر آپ کی جماعت کے بعض لوگوں کے حالات سے البتہ اندازہ لگاتا ہوں کہ اس جماعت کی تعلیم ضرور نیکی پر مشتمل ہے۔'' آج بھی بہت سے لوگ مجھے لکھتے بھی ہیں اور بعض لوگ ملنے پر کہتے بھی ہیں کہ جماعت کے لوگوں کو دیکھ کر پتا چلتا ہے کہ آپ کی تعلیم امن اور سلامتی اور پیار اور محبت کی تعلیم ہے۔ پس اس کردار کو جاری رکھنا، اس تعلیم کو مزید پھیلانا، اس کو مستقلاً اپنے عملوں میں ڈھالنا ہر احمدی کے لئے ضروری ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ''...... خدا تعالیٰ بھی انسان کے اعمال کا روزنامچہ بناتا ہے''۔ روزانہ کی ایک ڈائری بن رہی ہوتی ہے جس پہ اعمال لکھے جاتے ہیں'' پس انسان کو بھی اپنے حالات کا ایک روزنامچہ تیار کرنا چاہئے۔'' ...... ایک مومن کو بھی چاہئے کہ اپنے حالات کا ایک جائزہ لے۔ روزانہ اپنی ڈائری لکھے۔ دیکھے کیا میں نے اچھے کام کئے۔ کیا میں نے برے کام کئے۔ فرمایا کہ انسان کو بھی حالات کا ایک روزنامچہ تیار کرنا چاہئے'' اور اس میں غور کرنا چاہئے۔'' صرف لکھ نہیں لینا بلکہ اس پہ غور کرنا چاہئے'' کہ نیکی میں کہاں تک آگے قدم رکھا ہے۔'' انسان کا غور کرنا یہ ہے کہ ہم نیکی میں کس حد تک بڑھے ہیں۔ کل جہاں تھے اس سے آگے قدم رکھا ہے کہ نہیں رکھا۔ فرمایا کہ ''انسان کا آج اور کل برابر نہیں ہونے چاہئیں۔ جس کا آج اور کل اس لحاظ سے کہ نیکی میں کیا ترقی کی ہے برابر ہو گیا وہ گھاٹے میں ہے۔'' اسی بات پر خوش نہ ہو جائیں کہ ہماری نیکی جو کل تھی وہ آج بھی قائم ہے بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ تمہارا قدم کل کی نسبت آج نیکی میں بڑھے۔ اگر نہیں تو سمجھو تم فائدہ نہیں اٹھا رہے، نقصان اٹھا رہے ہو، گھاٹے میں جا رہے ہو۔ فرمایا کہ ''انسان اگر خدا کو ماننے والا اور اسی پر کامل ایمان رکھنے والا ہو تو کبھی ضائع نہیں کیا جاتا بلکہ اس ایک کی خاطر لاکھوں جانیں بچائی جاتی ہیں۔'' (ملفوظات جلد 10 صفحہ 138-137۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

فرمودات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

''آج دنیا کو ہلاکت سے بچانا احمدیوں کا کام ہے لیکن اس کیلئے شرط وہی ہے کہ ہمارے قدم آگے بڑھیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کی خاطر بھی لاکھوں جانیں بچائی جاتی ہیں۔ پس ہر احمدی کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ دنیا کو بچائے، وہ دنیا جو خدا کو بھول رہی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم دنیا کو بچائیں۔ بعض اخلاقی لحاظ سے اگر بہتر لوگ بھی ہیں، بعض کہہ دیتے ہیں مذہب کو ہم نے کیا ماننا ہے ہمارے اخلاق بہتر ہیں۔ بعض بنیادی اخلاق تو بہتر ہیں، روزمرہ کے اخلاق ہیں، ملنا جلنا تو بہتر ہے، کسی کا حق بھی بعض نہیں مارتے لیکن بعض لحاظ سے آزادی کے نام پر اخلاقی طور پر یہ لوگ دیوالیہ ہو چکے ہیں اور پھر قانون بھی ان کو تحفظ دے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو دنیا بالکل بھول چکی ہے۔ ایسے میں ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آئے ہیں ہم بھی اگر اپنی قدروں کو بھول کر، خدا تعالیٰ کو بھول کر، اسلامی اخلاق کو بھول کر دنیا کے پیچھے چل پڑے تو دنیا کی اصلاح کون کرے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیشک اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں اور وہ تو پورے ہوں گے اور لوگ مل جائیں گے لیکن یہ نہ ہو کہ ہم اس سے محروم رہ جائیں۔ پس آج بھی ہر احمدی کا فرض ہے کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اپنا جائزہ ہر احمدی کو لینے کی ضرورت ہے تا کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو صحیح رنگ میں ادا کر سکیں۔ صرف اس بات پر خوش نہ ہو جائیں کہ مسجد بنا دی۔ ہمارا ٹارگٹ تو یہ ہونا چاہئے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آنے والوں کی تعداد کو بڑھانا ہے اور یہ اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ہمارا ہر قدم آگے بڑھنے والا نہ ہو۔ ہم میں سے ہر ایک اپنوں کے لئے بھی اور غیروں کے لئے بھی نمونہ نہ بن جائے۔ ہم میں سے کوئی کسی کو دکھ دینے والا نہ ہو بلکہ اپنوں، غیروں کا حق ادا کرنے والا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''چاہئے کہ اپنے واسطے بھی اور اپنی اولاد، بیوی بچوں، خویش و اقارب اور ہمارے واسطے بھی باعث رحمت بن جاؤ۔ مخالفوں کے واسطے اعتراض کا موقع ہرگز ہرگز نہ دینا چاہئے۔'' (ملفوظات جلد 10 صفحہ 138۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس ہم میں سے ہر ایک کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس درد کو محسوس کرنا چاہئے اور اپنے وہ نمونے قائم کرنے چاہئیں جو جماعت کی نیک نامی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیک نامی کا باعث بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارا کل، ہمارے آج سے بہتر ہو۔ ہمارے بچے اور ہماری نسلیں اس بات کو سمجھنے والی ہوں کہ ان کے ماں باپ نے جو قربانیاں دیں، جو مسجدیں بنائیں، جو تبلیغ کے کام کئے اور بچوں کو دین کو دنیا پر قائم رہنے کی جو تلقین کی وہی حقیقی دولت ہے جو اُن کے لئے چھوڑی ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 نومبر 2016ء سے انتخاب)

جواھرات کی تھیلی..... قرآن کریم

(رانا عبدالرزاق خان)

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ پاک کلام ہے جو اپنے فضائل، روحانی حسن و جمال، افادیت اور پاک تاثیرات کے لحاظ سے نہ صرف تمام صحف انبیاء پر فضیلت رکھتا ہے بلکہ اپنی جامعیت اور فیض رسانی کے لحاظ سے اس قدر افضل واعلیٰ ہے کہ اس کے پڑھنے والے اور اس کی پاک تعلیمات پر عمل کرنے والے وہ اعلیٰ رفعتیں اور اعلیٰ مقام پاتے ہیں کہ جن کا حصول دوسری کتب کے حاملین کے لئے ناممکن و محال ہے۔

آنحضورﷺ نے فرمایا ہے: خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ القرآنَ وَعَلَّمَہٗ (بخاری فضائل القرآن) کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن مجید سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

آنحضورﷺ کے دل میں قرآن کریم سیکھنے اور پڑھنے والوں کی جو عزت و تکریم تھی اس کا پتہ اس حدیث سے بھی چلتا ہے کہ فرمایا: جس کو قرآن کریم کا کچھ حصہ یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے (ترمذی)۔

اسی طرح جو شخص قرآن کریم کو سیکھتا اور پڑھتا ہے۔ اس کے متعلق آنحضورﷺ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم پڑھنے والے مومن کی مثال نارنگی کی سی ہے کہ جس کا مزا بھی اچھا ہوتا ہے اور خوشبو اعلیٰ اور عمدہ ہوتی ہے (ابوداؤد)۔

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ: قرآن کریم سیکھو اور اُسے پڑھتے رہا کرو کیونکہ جو شخص قرآن سیکھتا اور اُسے پڑھتا رہتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جس میں مُشک بھرا ہوا ہو اور اس کی خوشبو نکل کر سارے مکان میں پھیل رہی ہو۔ (ترمذی وابن ماجہ)۔ یعنی قرآن کریم کے علوم اور معارف انسان کو مُشک کی خوشبو کی طرح قابل عزت وتکریم اور فیض رساں وجود بنا دیتے ہیں۔

تاریخ اسلام کا مشہور واقعہ ہے کہ آنحضورﷺ نے ایک فوج بھجوائی جس کا سپہ سالار ایک ایسے کم عمر شخص کو مقرر فرمایا جسے قرآن کریم کا نسبتاً زیادہ حصہ یاد تھا جس میں سورۃ البقرۃ بھی شامل تھی۔ (ترمذی بحوالہ تفسیر حوالہ جلد اول صفحہ 50)

اگرچہ اس لشکر میں کئی بڑی عمر کے صحابہ بھی موجود تھے لیکن قرآن کریم سے لگن کی وجہ سے چھوٹی عمر ہونے کے اس حامل قرآن کو آنحضورﷺ نے اس فوج کا سردار مقرر فرما دیا۔

آنحضورﷺ نے جس طرح قرآن کریم سے محبت کرنے والوں کی تکریم فرمائی، اُمت محمدیہ میں سے اہل اللہ نے بھی آپؐ کے اُسوہ کو اپنایا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ محبت قرآن کا ایک واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

"حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے متعلق ذکر آتا ہے کہ ایک دفعہ بادشاہ اُن سے ملنے کے لئے آیا۔ وہ کھڑے ہو گئے اور بادشاہ سے ملے۔ اور پھر بیٹھ گئے۔ پھر وزیر ملنے کے لئے آیا تو وہ اسی طرح بیٹھے رہے کھڑے نہیں ہوئے۔ اس کے بعد بادشاہ کا پہریدار ملنے آیا تو پھر وہ کھڑے ہو گئے۔ اور کھڑے ہونے کے بعد بیٹھ گئے۔ جب یہ لوگ چلے گئے تو کسی نے کہا آپ نے یہ کیا کیا کہ جب بادشاہ آیا تو اس کے اعزاز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ وزیر آیا تو کھڑے نہ ہوئے لیکن پہریدار آیا تو پھر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ بادشاہ آنے پر میں اس لئے کھڑا ہوا تھا کہ بادشاہ کی اطاعت کا حکم ہے۔ وزیر آنے پر میں اس لئے کھڑا نہیں ہوا کہ وزیر کی اطاعت کا حکم نہیں۔ اس کے بعد پہریدار آیا تو میں پھر کھڑا ہو گیا مگر اس لئے کہ وہ حافظ قرآن تھا۔ اب دیکھو یہ پہریدار ادنیٰ ملازم تھا لیکن شاہ ولی اللہ صاحب کے محبوب کا کلام اس نے یاد کیا ہوا تھا اس لئے باوجود چھوٹا ہونے کے آپ کھڑے ہو گئے"۔ (تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 201)

قرآن کریم کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّہٗ لَقُرْآنٌ کَرِیْمٌ (الواقعہ:78) کہ یقیناً یہ ایک عزت والا قرآن کریم ہے۔

چنانچہ قرآن کریم اپنے پڑھنے والوں کو عزت وتکریم کے قابل بنا دیتا ہے۔

نیز آنحضورﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص قرآن مجید پڑھے اور اس کے احکام پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے والدین کو ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بڑھ کر ہو گی۔ (ابوداؤد)

قرآن کریم سیکھنے، پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والوں کو رفعتیں بھی عطا کی جاتی ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری اور معنوی اعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتداء میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھلائی اور یہ امید دی کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ٥ یعنی ہمیں ان نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھلائی گئی۔ جو نبی اور رسول اور صدیق اور صالح تھے۔ پس اپنی ہمتیں بلند کرلو اور قرآن کی دعوت کو ردّ مت کرو کہ وہ تمہیں وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلوں کو دی تھیں...... بلکہ خدا کا تمہاری نسبت ان سے زیادہ فیض رسانی کا ارادہ ہے"۔ (کشتی نوح ہماری تعلیم صفحہ 28)

اسی حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

"بے شمار نمونے موجود ہیں جنہوں نے قرآن پر عمل کر کے دنیا کی سلطنتیں بھی پائیں اور آخرت میں اپنا گھر جنت الفردوس میں بنایا۔ مبارک وہ جو اس دردمند تقریر کو پڑھ کر قرآن مجید کی طرف توجہ کرے"۔ (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 247)

پس جہالت کے لحاظ سے قعر مزلّت میں گری ہوئی قوم نے جب قرآن کریم پڑھا اور اسے اپنا دستور عمل بنایا تو وہ نہ صرف دنیا کے معلم بنا دیئے گئے بلکہ آسمانِ روحانی کے چمکتے ہوئے ستارے قرار پائے جن کے حق میں آنحضورﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے یہ اصحاب ستاروں کی طرح ہیں، ان میں سے جس کسی کی بھی تم اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پاک اور اَرفع وجودوں کی اس قدر عزت افزائی اور

باقی صفحہ 12 پر ملاحظہ فرمائیں

ترتیب مضامینِ قرآن موسوم بہ آفتابِ حقیقت

نذیر احمد سندھو کیلگیری ۔ معاون: واحداللہ جاوید

بحمداللہ کہ ایں لعل الجواہر......شداز کوہ صواب وصدق ظاہر (درثمین)

اِلٰہی رہنمائی

قرآن کریم کی ترتیب یوں ہے کہ قرآن کریم میں اصل مضمون تو اوّل سے آخر تک تسلسل سے چلتا ہے، ضروری حاشیے بھی ساتھ ساتھ اندر شامل ہیں۔ حاشیوں کو علیحدہ کر دیا جائے تو ’براہین احمدیہ‘ کی شکل نکل آتی ہے، بالفاظ دیگر اگر ’براہین احمدیہ‘ کے حاشیوں کو اندر شامل کر دیا جائے تو قرآن کریم کے طرزِ بیان کی شکل بن جاتی ہے۔

نمایاں اوصاف ترتیب مضامینِ قرآن

1- سورۃ فاتحہ سوشیالوجی کی خصوصیات سے معمور ہے۔

2- مضامینِ قرآن سے پہلے ایسی تمہیدات ہیں جو از بس ضروری ہیں۔

3- مضامینِ قرآن میں سب سے زیادہ فوقیت ارکانِ اسلام کو دی گئی ہے۔

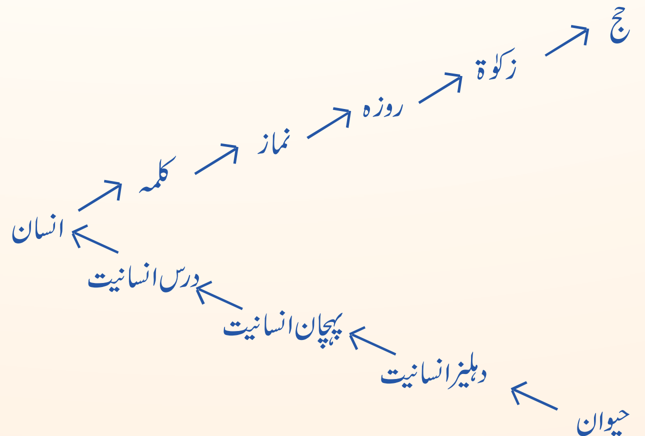
4- ارکانِ اسلام کے مضمون کے ساتھ حیوان سے انسان بنانے کی اِصلاح اوّل کا مضمون بے نظیر طریق پر پیوستہ ہے۔

5- ارکانِ اسلام کا مضمون اور اصلاح اوّل کا مضمون، ہر ایک پانچ مراحل پر مشتمل ہے۔

6- ارکانِ اسلام کے مضمون کی ترتیب نزولی ہے تو اصلاح اوّل کے مضمون کی ترتیب صعودی ہے مگر حقیقت میں ترتیب ایک ہی ہے۔ دونوں ترتیبیں ترقی کی مظہر ہیں، جہاں پر اصلاح اوّل کی ترتیب کی انتہا ہے وہاں سے ارکان اسلام کی ترتیب کی ابتداء ہے۔ بقول مولانا محمد علی جوہرؔ

ہے ابتدا ہماری ، تیری انتہا کے بعد

7- پانچ ارکان اسلام کی ترتیب یعنی حج، زکوٰۃ، روزہ، نماز اور کلمہ اور پانچ مراحلِ اصلاح میں ہر قدم پر ایک بُعد کی نسبت ہے مگر مائل بہ کمی ہے۔ یہ بُعد حج اور حیوان میں سب سے زیادہ بلکہ انتہائی ہے اور کم سے کم بُعد بلکہ باہم نقطہ اتصال کلمہ اور انسان میں ہے۔ اس ترتیب کو اگر گراف میں ظاہر کریں تو شکل یوں بنتی ہے:



بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام:

صد بار رقص ہا کُنم از خُرمی اگر
بینم کہ حسنِ دلکشِ فرقاں نہاں نماند

باب اوّل

وجہ تسمیّہ: آفتابِ حقیقت = قرآن کریم کے مضامین میں ترتیب ایک ایسی حقیقت ہے جو آفتاب کی طرح روشن ہے!

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

ترتیب مضامینِ قرآن کا اِجمالی تعارف

قرآنِ کریم کے مضامین اصلاحاتِ ثلاثہ کی ترتیب سے ہیں۔
یعنی پہلا مضمون: حیوان سے انسان بنانے کی اصلاح پر مشتمل ہے۔
دوسرا مضمون: انسان سے بااَخلاق انسان بنانے کی اصلاح پر مشتمل ہے۔
تیسرا مضمون: بااَخلاق انسان سے باخُدا اِنسان بنانے کی اصلاح پر مشتمل ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ''ایک ایسا مفسر جو یہ خیال کرتا ہے کہ قرآن کریم میں کوئی ترتیب نہیں وہ نعوذ باللہ ایک بے ربط کلام ہے، اس کی آیتیں اسی طرح متفرق مضامین پر مشتمل ہیں جس طرح دانے زمین پر گرائے جائیں تو کوئی کسی جگہ جا پڑتا ہے اور کوئی کسی جگہ...... مگر وہ شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم سے واقف ہے، جانتا ہے کہ قرآن کریم کا ہر لفظ ایک ترتیب رکھتا ہے''۔

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 322)

بعض تمہیدی عبارتوں کا سمجھنا، اصل مضمون سمجھنے کے لیے نہائت ضروری ہے، اس لئے صفائی بیان کیلئے وہ عبارتیں لکھی جاتی ہیں۔ (ماخوذ از اسلامی اصول کی فلاسفی)

طبعی حالت

پہلا سرچشمہ جو تمام طبعی حالتوں کا مورد اور مصدر ہے، اُس کا نام قرآن شریف نے نفسِ امّارہ رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّ النَّفسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوءِ (سورۃ یوسف 54) یعنی نفس امارہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو بدی کی طرف جھکاتا ہے۔ (جو اُس کے کمال کے مخالف اور اس کی اخلاقی حالتوں کے برعکس ہے) اور یہ حالت اُس وقت تک طبعی کہلاتی ہے جب تک کہ انسان عقل اور معرفت کے زیر سایہ نہیں چلتا بلکہ چار پایوں کی طرح کھانے، پینے، سونے، جاگنے، یا غصہ اور جوش دکھلانے وغیرہ امور میں طبعی جذبات کا پیرو رہتا ہے۔

اخلاقی حالت

اخلاقی حالتوں کے دوسرے سرچشمہ کا نام قرآن شریف میں نفس لوّامہ ہے۔ جس میں انسان عقل اور معرفت کے مشورہ سے طبعی حالتوں میں تصرف کرتا اور اعتدالِ مطلوب کی رعایت رکھتا ہے اس وقت یہ حالتیں اخلاقی حالتیں کہلاتی ہیں۔ قرآن شریف فرماتا ہے وَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ (سورۃ قیامت:3) اس مرتبہ پر انسان دوسرے حیوانات کی مشابہت سے نجات پاتا ہے، اس مرتبہ کا نام لوّامہ اس لئے رکھا کہ وہ انسان کو بدی پر ملامت کرتا ہے اور اس بات پر راضی نہیں ہوتا کہ انسان اپنے طبعی لوازم میں شترِ بے مہار کی طرح چلے اور چارپایوں کی زندگی بسر کرے۔

روحانی حالت

روحانی حالتوں کے مبداء اور سرچشمہ کا نام قرآن شریف نے نفس مطمئنہ رکھا ہے، وہ فرماتا ہے یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ (فجر 28)۔ روحانی حالت، نفس مطمئنہ جو انسان کو ''باخلاق'' ہونے کے مرتبہ سے ''باخدا'' ہونے کے مرتبہ تک پہنچاتا ہے ......جس کو دوسرے لفظوں میں بہشتی زندگی کہتے ہیں۔ اس حالت میں روح پر ایک ایسی طاقت افزاء ہوا چلنے لگتی ہے جس سے انسان پہلی کمزوریوں کو ندامت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس وقت انسانی سرشت پر ایک بھاری انقلاب آتا ہے اور عادات میں ایک عظیم تبدّل پیدا ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں رات یا دن کو یک دفعہ ایک نور اس پر نازل ہوتا ہے اور اس نور میں ایک الٰہی قوت ہوتی ہے۔ اس نور کے نازل ہونے کے ساتھ ہی ایک عجیب تبدیلی اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اور غیبی ہاتھ کا ایک قوی تصرّف محسوس ہوتا ہے اور ایک عجیب عالم سامنے آجاتا ہے، اس وقت انسان کو پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے اور آنکھوں میں وہ نور آجاتا ہے جو پہلے نہیں تھا۔

جس طرح انسانی حالتوں کے سرچشمے تین ہیں، اسی طرح اصلاح کے بھی تین ہی طریق ہیں جنہیں اصلاحاتِ ثلاثہ کہہ سکتے ہیں۔ قرآن شریف کا یہ مقصد ہے کہ حیوانوں سے انسان بنائے اور انسان سے بااخلاق انسان بنائے اور بااخلاق انسان سے باخدا انسان بنائے، لطف یہ ہے کہ مضامینِ قرآنیہ بھی اسی ترتیب سے ہیں۔

تعارف سورۃ فاتحہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیا خوب فرماتے ہیں ''سورۃ فاتحہ مجمل طور پر تمام مقاصدِ قرآن پر مشتمل ہے، گویا یہ سورۃ مقاصدِ قرآنیہ کا ایک ایجازِ لطیف ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے: وَلَقَدۡ آتَیۡنٰکَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ وَالۡقُرۡآنَ الۡعَظِیۡمَ (سورۃ الحجر:88) یعنی ہم نے تجھے اے رسول! سات آیتیں فاتحہ کی عطا کی ہیں جو مجمل طور پر تمام مقاصدِ قرآنیہ پر مشتمل ہیں اور ان کے مقابل پر قرآن عظیم بھی عطا فرمایا ہے، جو مفصل طور پر مقاصدِ دینیہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی جہت سے اِس کا نام اُمّ الکتاب اور سورۃ الجامع ہے۔ سورۃ فاتحہ ممدوحہ ایک آئینہ قرآن نما ہے۔ (تفسیر قرآن حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اوّل صفحہ 376)

سورۃ فاتحہ کی سات آیات ایک طور سے تکمیلِ علم و عمل کی مظہر ہیں۔☆

سات کا عدد خود بھی تکمیل کو ظاہر کرتا ہے۔ علم ہی عمل کا سرچشمہ ہوتا ہے، انگریزی زبان کا مقولہ ہے: Education means change۔ علم و عمل کی تکمیل مسلمہ طور پر سات درجات پر مشتمل ہے جو سات استفساریہ سوالات کہلاتے ہیں۔ اردو زبان میں سارے سوالات حرف ک سے شروع ہوتے ہیں جو یہ ہیں:

1- کیا 2- کہاں 3- کب 4- کونسا 5- کیوں 6- کون 7- کیسے۔

انگریزی زبان میں اکثر سوالات حرف W سے شروع ہوتے ہیں جو یہ ہیں:

1.What, 2.Where, 3.When, 4.Which, 5.Why, 6.Who, 7.How۔

موجودہ دَور میں ایک نئی سائنس متعارف ہوئی ہے جو علم و عمل کی تکمیل کے مراحل بیان کرتی ہے اسے انگریزی میں Sociology سوشیالوجی کہتے ہیں۔ اس کے مطابق علم و عمل کے ترتیب وار پانچ مراحل ہیں جو یہ ہیں:

1.Awareness, 2.Intrest, 3.Evaluation, 4.Trial, 5.Adoption۔ یعنی 1- آ گہی (جو استفساریہ تین سوالات کیا، کہاں، کب پر مشتمل ہے) 2- افادیت 3- موازنہ 4- آزمائش 5- قبولیت۔

یہ سائنس بھی دینِ فطرت کی ہی ترجمانی کرتی ہے اور اسی کی ہی خادم ہے۔ دینِ فطرت میں انہیں حواس خمسہ کہتے ہیں یعنی 1- قوتِ سامعہ 2- قوتِ باصرہ 3- قوتِ لامسہ 4- قوتِ شامعہ 5- قوتِ ذائقہ۔ انگریزی زبان میں اِنہی قویٰ کو Gates of Knowledge کہتے ہیں یعنی کان، آنکھ، جلد، ناک اور منہ۔

عجب لطف کی بات ہے کہ اسلام نے ابتداء سے ہی ان قوای کی بیداری، نشوونما اور حفاظت کی تعلیم دی ہے۔ وضو میں منہ سے لیکر کان تک صعودی ترتیب سے قویٰ کو نماز کے لیے بیدار کیا جاتا ہے مزید مزے کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ ''فتح اسلام'' میں الٰہی کارخانہ کی پانچ شاخوں کو اِسی ترتیب سے متعارف کرایا ہے۔ سب سے پہلے آپ نے عوام کی آ گہی Awareness کے لئے اپنا تعارف اپنی تصنیفات سے کرایا ہے، دوسرے مرحلے میں عوامی دلچسپی Intrest کو ابھارنے کے لیے آپ نے اشتہارات دیئے ہیں جن میں عموماً دیگر مذاہب کو نشان نمائی میں مقابلہ کرنے کی دعوت دی مزید اُکسانے کے لیے مدّ مقابل کو جیتنے پر قیمتی انعام کی پیشکش کی ہے۔ تیسرے مرحلہ پر آپؑ نے دعوتِ عام دی ہے کہ قادیان آکر ٹھہریں اور اپنی آنکھوں سے مجھے دیکھ کر (Evaluation)، یقین کرلیں کہ مَیں منجانب اللہ ہوں:

جس دِل میں رچ گیا ہے محبت سے اُس کا نام
وہ خود نشاں ہے نیز نشاں سارے اُس کے کام

☆ تکمیل علم و عمل کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: کوئی ادنیٰ علم بھی عملی مزاولت کے بغیر اپنے کمال کو نہیں پہنچتا......سو علم کے مستحکم کرنے اور اس کے ترقی دینے کا یہ بڑا ذریعہ ہے کہ عملی طور پر اس کے نقوش اپنے اعضاء میں جمالیں۔ نیز فرماتے ہیں: بابرکت علم وہی ہوتا ہے جو عمل کے مرتبہ میں اپنی چمک دکھلادے اور منحوس علم وہ ہے جو صرف علم کی حد تک رہے کبھی عمل تک نوبت نہ پہنچے۔ اسی طرح آپؑ نے فرمایا: جاننا چاہئے کہ جس طرح مال تجارت سے بڑھتا ہے اور پھولتا ہے ایسا ہی علم، عملی مزاولت سے اپنے روحانی کمال کو پہنچتا ہے۔ سو علم کو کمال تک پہنچانے کا بڑا ذریعہ عملی مزاولت ہے۔ مزاولت سے علم میں نور آجاتا ہے اور یہ بھی سمجھو کہ علم کا حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچنا اور کیا ہوتا ہے؟ یہی تو ہے کہ عملی طور پر ہر ایک گوشہ اس کا آزمایا جائے، چنانچہ اسلام میں ایسا ہی ہوا۔ جو کچھ خدا تعالیٰ نے قرآن کے ذریعہ سے لوگوں کو سکھایا، اُن کو یہ موقع دیا کہ وہ عملی طور پر اس تعلیم کو چمکاویں اور اس کے نور سے پُر ہو جاویں۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی، جواب سوال پنجم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:''اگر تمہارے دل سچائی کے طلب گار ہوں تو جو شخص خدا تعالیٰ کے ہم کلام ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اُس کا آزمانا بہت سہل ہے۔ اُس کی خدمت میں آؤ۔ اُس کی صحبت میں دو تین ہفتے رہو تا اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اُن برکات کی بارشیں جو اُس پر ہو رہی ہیں اور وہ حقانی وحی کے انوار جو اُس پر اتر رہے ہیں، اُن میں سے بچشم خود دیکھ لو۔'' (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 41)

چوتھے مرحلے میں آپؑ نے خود کو آزمائش Trial کے لیے پیش کیا ہے کہ جو لوگ تسلّی کے لیے قادیان نہیں آسکتے یا آکر کچھ عرصہ ٹھہر نہیں سکتے، وہ بذریعہ خطوط گھر بیٹھے اپنی ضرورتِ حقّہ میرے ذریعہ پوری کرسکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنے رسالہ ''برکات الدعا'' میں دینی مدد کے لئے تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ دینی مدد کا کام ایک عظیم الشان کام ہے اور انسان اپنے شکوک اور شبہات اور وساوس سے خالی نہیں ہوتا اور بغیر شناخت وہ صدق بھی پیدا نہیں ہوتا جس سے ایسی بڑی مددوں کا حوصلہ ہوسکے، اس لئے مَیں تمام امراء کی خدمت میں بطور عام اعلان کے لکھتا ہوں کہ اگر ان کو بغیر آزمائش ایسی مدد میں تأمل ہو تو وہ اپنے بعض مقاصد اور مہمات اور مشکلات کو اس غرض سے میری طرف لکھ بھیجیں کہ تا مَیں اُن مقاصد کے پورا ہونے کے لئے دعا کروں۔'' (روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 35)

اور پانچویں مرحلہ میں آپؑ نے بیعت Adoption کو رکھا ہے اور کہا ہے کہ مجھے قبول کیے بغیر کوئی چارہ نہیں، فرمایا:

''جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اُس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اُس سے کرتا ہے جس کی طرف سے مَیں آیا ہوں...... اِس زمانہ کا حصن حصین مَیں ہوں۔'' (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 34)

دوسری جگہ فرمایا:

صدق سے میری طرف آؤ اِسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حصار

سوشیالوجی کے تبدیلی کے پانچ مراحل کو اگر اجمالی نظر سے دیکھا جائے تو دراصل تین اقدام ہیں جن پر علم و عمل کا انحصار ہے۔ سوشیالوجی کے پہلے دو مراحل حقیقت میں تکمیلِ علم کے مظہر ہیں، اِسی طرح آخری دو مراحل فی الواقعہ تکمیل عمل کے عکاس ہیں۔ درمیان میں ایک سب سے اہم مرحلہ موازنہ اور فیصلہ کرنے کا ہے۔

ترتیب مضامین سورۃ فاتحہ

سورۃ فاتحہ کی 7 آیات بنیادی طور پر سوشیالوجی کے تین اقدام پر مشتمل ہیں:

پہلے قدم پر پہلی چار آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا مکمل علم و عرفان ہیں۔ جملہ ''الحمدللہ'' حسن کامل کا مظہر ہے اور صفاتِ اربعہ احسانِ تام کی عکاس ہیں۔ حُسن واحسان ہی محبت انگیز ہوتے ہیں۔ یہ چار آیات انسان کو اپنے حقیقی خالق کی نہ صرف یقینی شناخت دیتی ہیں بلکہ اس کی محبت سے بھر دیتی ہیں جس طرح حسن واحسان کی یقینی شناخت محبت اور عشق کی محرک ہے اِسی طرح محبت، محبوب کی پیروی اور اطاعت کو نہ صرف سہل بلکہ غذا بنا دیتی ہے، حتیٰ کہ محبوب کے رنگ پر لے آتی ہے۔

دوسرے قدم پر سورۃ فاتحہ کی پانچویں آیت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو پانے کا وہ شدید شوق اور ولولۂ عشق مضمر ہے جو کامل، یقینی علم و عرفان کے نتیجہ میں اَز خود پیدا ہوتا ہے۔ انسان اپنا سب کچھ نثار کر کے اُس ذات کو پانے کے لئے بیقرار رہتا ہے اور اُس کو پانے کے لیے اُسی سے مدد کا طلبگار رہتا ہے۔

تیسرے قدم پر چھٹی اور ساتویں آیات ہیں۔ ان میں انسان خوب کھول کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے یقینی راہ بتا، تا مَیں تجھے پاسکوں نیز اس راہ کو اپنے فضل سے بہت ہی آسان کر دے اور مجھے انعام پانے والوں میں داخل کر۔ مزید یہ کہ کسی مقام پر بھی میرے پائے استقامت میں لغزش نہ آئے اور کسی موڑ پر بھی بھٹک نہ جاؤں، ہر ٹھوکر سے مجھے بچا تا رہ، آمین۔

اِن تین اقدام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ ایک ہی فقرے میں جمع کر دیا ہے، فرماتے ہیں:

''اے لوگو! تم اپنے سچے خداوند خدا، اپنے حقیقی خالق، اپنے واقعی معبود کی شناخت اور محبت اور اطاعت کے لیے پیدا کیے گئے ہو''۔ (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 43)

باب دوم: ترتیب مضامین قرآن

1- تمہیدات = سورۃ البقرہ آیت نمبر 1 سے لے کر سورۃ البقرہ آیت 122 تک

2- ترتیب مضامین اوّل و ثانی = سورۃ البقرہ آیت 123 تا سورۃ المائدہ

1- تمہیداتِ مضامینِ قرآن

قرآن شریف کے نزول کا انداز تعلیمی اور تدریسی ہے۔ قرآن شریف، وحیِ الٰہی کی خالص ترین شکل ہے۔ جس کی ابتداء ''اِقراء'' کے لفظ سے ہوئی، جس کے معنی دہرانے کے ہیں اور قرآن کے معانی بار بار پڑھی جانے والی کتاب کے ہیں یعنی دہرائی جانے والی کتاب۔ اسی طرح قرآن شریف میں بھی اس کے مضامین کو دہرایا جاتا ہے مگر ہر بار نئے انداز میں، یہی تنوع اس کا حسن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کو اسباق کی شکل میں نازل فرمایا ہے، اب فطری تقاضا ہے کہ آگے بڑھنے کا اس وقت ہی فائدہ ہوسکتا ہے کہ پچھلا سبق بھی مستحضر ہوتا رہے، جس کے لیے اعادہ نہایت ضروری ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنی بے پایاں رحمت سے قرآن شریف کو تعلیمی و تدریسی انداز میں اتارا ہے، ویسے ہی معلم بھی بہترین عطا فرمایا ہے جو اس کی صفات کا مظہر کامل ہے، جو ایک بات کو ہر بار ایک نئے انداز میں بیان کرتا ہے۔

پہلی تمہیدی بات: ''اللہ''۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر 1۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم کے ساتھ دو بنیادی صفات رحمٰن اور رحیم کا ذکر ہے۔ اس کی حکمت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر سے واضح ہے، فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ اپنے اِسمِ اعظم کے ساتھ، اپنی دو صفات کا ذکر کرے جو اس کی تمام صفاتِ عظیمہ کا پورا پورا خلاصہ ہے۔''
(ترجمہ اعجاز المسیح صفحہ 98 روحانی خزائن جلد 18)

لہٰذا یہ آیت ہر بار ایک نئی شان یا نئی صفتِ عظیمہ کی تجلّی کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔

دوسری تمہیدی بات: ''قرآن'' سورۃ البقرہ آیات نمبر 2 تا 3۔

قرآن ایک کامل ہدایت ہے، علتِ فاعلی کے طور پر ''الم''، علت مادی ''ذالک الکتاب''، علتِ صوری ''لا ریب'' اور علتِ غائی ''ھُدی للمتقین'' مذکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، عالمِ کامل ہے لہٰذا ہدایتِ کامل صرف اُسی کی طرف سے مل سکتی ہے۔

تیسری تمہیدی بات: ''رسول کریم ﷺ'' سورۃ البقرہ آیات نمبر 4 تا 21۔

اللہ تعالیٰ نے ٹھہراؤ اور اکتفاء کو ناپسند فرمایا ہے۔ انسان کو ترقی کی منازل پر

گامزن کیا ہے۔ رسول کو ماننے والے، ترقیات پر گامزن رہتے ہیں اور انکار کرنے والے، تنزلی کے گڑھے میں گر جاتے ہیں۔ تیسرے گروہ والے تو بے یقینی سے مانتے ہیں، اس لیے چنداں فائدہ نہیں اٹھاتے۔

چوتھی تمہیدی بات: ''کمالِ انسانیت'' سورۃ البقرہ آیات نمبر 22 تا 30
اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان لامتناہی ترقیات پر گامزن رہے، اسلئے یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ان آیات میں 7 مدارج کو 7 آسمانوں سے ظاہر کیا گیا ہے۔

پانچویں تمہیدی بات: ''مظہرِ تجلیات'' سورۃ البقرہ آیات نمبر 31 تا 40
تمثیلی زبان میں انسانی سرشت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ جب بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہدایت نازل فرماتا ہے تو عوام النّاس اس سے جلدی مانوس نہیں ہوتے بلکہ وساوس کا شکار کر دیئے جاتے ہیں۔ سرداران (علماءِ وقت) اپنی جھوٹی اہمیت کو ہی کافی خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے ہوتے ہوئے مزید کسی کی ضرورت نہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے تازہ پانی سے سیرابی جاری رکھنا چاہتا ہے۔ خدا کے کام ہمیشہ ہی بہتر ہوتے ہیں، نیک لوگ اس نعمت سے راحت پاتے ہیں، سرکش لوگوں کے لئے یہی نعمت ہلاکت کا باعث بنتی ہے۔

چھٹی تمہیدی بات: ''رہِ فرقان'' سورۃ البقرہ آیات نمبر 41 تا 96۔
ماضی قریب کی مذہبی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ ناقص اطاعت کے مقابلے میں کامل اطاعت ہی فائدہ دیتی ہے۔ کامل اطاعت بلا چون و چراں ہوتی ہے اور انعام بھی جلد حاصل کرتی ہے۔

ساتویں تمہیدی بات: ''منزلِ مقصود'' سورۃ البقرہ آیات نمبر 97 تا 122
قیامِ کعبہ۔ انسانیت کی تخلیق کا مقصد عبودیت ہے جو ایک اِمام اور مرکز کے بغیر ناممکن ہے۔ خانہ کعبہ کو اللہ تعالیٰ نے دائمی مرکز کی سعادت بخشی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور آپ کی ذریّت کو دائمی اِمامت کا شرف بخشا ہے۔
مندرجہ بالا 7 تمہیدی باتوں میں بھی ایک حسین ربط ہے۔ اللہ تعالیٰ، لامتناہی ترقیات کے ذریعہ ہر 'عبد' کو 'عبودیت' کے اعلیٰ ترین مقام تک لانا چاہتا ہے۔

ترتیبِ مضامینِ اوّل وثانی

مضمونِ اوّل: مقاصدِ تعمیر خانہ کعبہ (سورۃ البقرہ آیات 123 تا 153)
ان آیات میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ ان کے صبر کو سراہتے ہوئے، ہر آزمائش میں پورا اترنے کی بشارت دی ہے۔ اُنہیں اور اُن کی ذریّت کو اِمامت کے شرف سے نوازا گیا ہے۔ ان کے ذریعہ ہی خانہ کعبہ کی بنیادوں کو از سرِنو استوار کیا گیا ہے۔ اسی عمل کے دوران جو اپنے رَبّ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعائیں مانگیں ہیں، ان میں سب سے عظیم دعا یہ ہے، ''اے ہمارے رَبّ! تو ہماری ذریّت میں سے ایسا رسول مبعوث فرما جو تیری آیات کی تلاوت کرے، کتاب کی تعلیم دے، حکمت سکھائے اور تزکیہ کر دے۔''
انہی آیات کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی قبولیت کا ذکر فرمایا ہے۔
(حاشیہ) سورۃ البقرہ آیات 154 تا 158، ان پانچ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائشوں کی طرح، انسان پر آنے والی عمومی آزمائشوں کا ذکر ہے۔ جانی و مالی نقصانات پر صبر کی تلقین ہے اور اللہ کی رحمت اور برکت کی نویدِ مسرت ہے۔
یکجائی طور پر خلاصہ: ارکان اسلام (سورۃ البقرہ آیت 178)

☆ پانچواں رکنِ اسلام۔ حج (سورۃ البقرہ آیات 159 تا 173)
ان آیات میں حضرت حاجرہ اور ان کے بیٹے کی قربانی کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے خانہ کعبہ کے طواف کا حکم دیا گیا ہے اور صفا اور مروہ کو شعائر اللہ قرار دے کر، دونوں کا طواف لازم قرار دیا ہے۔ ان آیات کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی معرفتِ کامل کا ذکر ہے جو شدید محبت کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ طوافِ کعبہ دراصل، اللہ تعالیٰ سے شدید عشق کا ایک حسین اظہار ہے۔
(مضمون ثانی) سورۃ البقرہ آیات 174 تا 177

☆ چوتھا رکن اسلام۔ زکوٰۃ (سورۃ البقرہ آیات 179 تا 183)
ان آیات میں چوتھے رکنِ اسلام کا ذکر ہے یعنی ''زکوٰۃ''۔ فرض اس لیے کیا گیا ہے کہ اِسی میں زندگی ہے۔

☆ تیسرا رکنِ اسلام۔ روزہ (سورۃ البقرہ آیات 184 تا 189)
ان آیات میں روزے کی اہمیت اور افادیت کے ساتھ ساتھ اس کی حدود و قیود کو واضح کیا گیا ہے۔ لقاءِ باری تعالیٰ کا ایک بڑا ذریعہ قرار دیا ہے۔ رزقِ طیب، انسان کی روحانی نشوونما کا معاون ہے۔
مندرجہ آیات میں گزشتہ اسباق کا اعادہ ہے۔ حج، زکوٰۃ، روزہ، کی مزید ہدایات کی وضاحت ہے۔ سورۃ البقرہ آیات 190 تا 287۔ بشمول مضمون ثانی: آیات 223 تا 243
(اعادہ مضمون اوّل) تمہیدی مضامین کا اعادہ ہے: سورۃ آلِ عمران آیات 2 تا 97۔
حج کے حکم اور دیگر متعلقہ ہدایات کا اعادہ: سورۃ آلِ عمران آیات 98 تا 121۔
آخری آیات میں زکواۃ (جانی و مالی) کے اعادے کا تسلسل ہے: سورۃ آلِ عمران آیات 122 تا 201۔
(مضمون ثانی) سورۃ النساء آیات 2 تا 39۔

....

مضمونِ ثانی: حیوان (سورۃ البقرہ آیات 174 تا 177)
ان آیات میں ایسے کمزور انسانوں کا ذکر ہے، جن کو انسان کہتے ہوئے شرم آتی ہے یعنی وہ لوگ جو ہواءِ نفس کے تحت شدتِ جذبات میں دوسروں کو کچا چبانے اور خون پینے سے بھی دریغ نہیں کرتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:
''ان آیات میں صرف چار چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے یعنی 1- مُردار 2- خون 3- سؤر کا گوشت 4- اور وہ تمام چیزیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام سے موسوم کر دیا گیا ہو۔ قرآنی اصطلاح میں یہی چار چیزیں حرام ہیں۔ عبادت کی روح کے سخت ترین مخالف یہی چار چیزیں ہیں، ممکن ہی نہیں کہ کوئی حرام خور قربِ الٰہی پا سکے''۔ نیز فرمایا: ''خنزیر کا گوشت یا مردار کھانے والا کوئی شخص ولی اللہ نظر نہیں آئے گا۔'' (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 340)
= اِنسانیت کی دہلیز (سورۃ البقرہ آیات 223 تا 243)
بعض اوقات ازدواجی معاملات میں ایسے نازک موڑ آجاتے ہیں کہ ان کو

سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ محبت نفرت میں بدل جاتی ہے، عزیز و اقارب ہی دشمن بن جاتے ہیں مگر اسلامی رُوح، تعلقات کی مضبوطی چاہتی ہے۔ استثنائی حالات میں اسلام نے ازدواجی تعلقات کے انقطاع کو برداشت تو کیا، مگر سخت ناپسند کیا ہے۔ طلاق کے بھی آداب سکھائے تا کہ کبھی نہ کبھی بحالی کا راستہ کھلا رہے مطلقاً بند نہ ہو۔ جو شخص قطع تعلق کی ہر حد پار کر جاتا ہے، انسانیت کی دہلیز پر قدم ہی نہیں رکھ پاتا۔

= انسانیت کی پہچان (سورۃ النساء آیات 2 تا 39)

پچھلی سورۃ میں جہاد کا ذکر تھا اور یہاں مضمرات کی شکل میں بیواؤں کا ذکر ہے۔ یتیموں کا ذکر ہے، ترکہ و وراثت کی تقسیم کا ذکر ہے۔ ان آیات میں ہی حیوان اور انسان میں تمیز کرنے والی دو علامتوں کا ذکر ہے۔ پہلی علامت یعنی رحمی رشتوں کی پہچان جو صرف انسان میں ہوتی ہے، یعنی اس کا باپ کون؟ ماں کون؟ بھائی کون؟ بہن کون؟ بیٹا کون؟ بیٹی کون؟۔ حیوانوں میں سب رشتے برابر ہوتے ہیں، مگر انسانوں میں رحمی رشتوں کی پہچان، اخلاقی اور رُوحانی ترقی کا باعث بنتی ہے۔

دوسری علامت حقِ ملکیت کی پہچان ہے۔ حیوانوں میں کوئی حقِ ملکیت کا شعور نہیں ہوتا۔ طاقتور جانور، کمزور جانور کا نہ صرف مال کھاتا ہے بلکہ کمزور جانور کو ہی کھا جاتا ہے، مگر انسانوں میں حقِ ملکیت کی پہچان سے کمزور انسان کی جان، مال، عزت محفوظ ہوتی ہے۔

....

☆ دوسرا رکن اسلام۔ نماز

یہ آیات ایمان اور نیک اعمال، نماز سے متعلق ہیں۔ النساء آیات 40 تا 71 (اعادہ) نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا یعنی مالی و جانی قربانی کا اعادہ ہے۔ سورۃ النساء آیات 72 تا 105۔

(مضمون ثانی) سورۃ النساء آیات 106 تا 177۔

(مضمون ثانی) سورۃ المائدہ آیات 2 تا 6۔

نماز سے قبل، تیاری نماز، وضو اور تیمّم کے طریقے: سورۃ المائدہ آیت 7۔

(مضمون ثانی) سورۃ المائدہ آیات 8 تا 32۔

☆ پہلا رکن اسلام۔ کلمہ (سورۃ المائدہ آیات 33 تا 121)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کلمہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ”نور القرآن“ میں فرماتے ہیں:

” لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ کے معنی جو لغت عرب کے موارد استعمال سے معلوم ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ لَامَطْلُوبَ لِیْ وَلَامَحبوبَ لِیْ وَلَامَعْبُودَلِیْ وَلَامُطَاعَ لِیْ اِلَّا اللّٰہ یعنی بجز اللہ کے اور کوئی میرا مطلوب نہیں اور محبوب نہیں اور معبود نہیں اور مطاع نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ یہ معنی گناہ کی حقیقت اور گناہ کے اصل منبع سے بالکل مخالف پڑے ہیں پس جو شخص ان معنی کو خلوص دل کے ساتھ اپنی جان میں جگہ دے گا تو بالضرورت مفہوم مخالف اس کے دل سے نکل جائے گا کیونکہ ضدّین ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں پس جب نفسانی جذبات نکل گئے تو یہی وہ حالت ہے جس کو سچی پاکیزگی اور حقیقی راست بازی کہتے ہیں اور خدا کے بھیجے ہوئے پر ایمان لانا جو دوسرے جز کلمہ کا مفہوم ہے اس کی ضرورت یہ ہے کہ تا خدا کے کلام پر بھی ایمان حاصل ہو جائے کیونکہ جو شخص یہ اقرار کرتا ہے کہ میں خدا کا فرمانبردار بننا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کے فرمانوں پر ایمان بھی لاوے اور فرمان پر ایمان لانا بجز اس کے ممکن نہیں کہ اس پر ایمان لاوے جس کے ذریعہ سے دنیا میں فرمان آیا پس یہ حقیقت کلمہ کی ہے۔“ (روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 419)

کلمہ کے دو حصے ہیں، کلمہ کا مفہوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں رقم فرمایا ہے کہ ” جو شخص یہ اقرار کرتا ہے کہ مَیں خدا کا فرمانبردار بننا چاہتا ہوں اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے فرمانوں پر بھی ایمان لاوے“۔

غرضیکہ کلمہ کا پہلا حصہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے متعلق ہے اور کلمہ کا دوسرا حصہ اللہ تعالیٰ کے ان فرمانوں پر مشتمل ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نہ صرف دنیا میں لائے بلکہ اپنے اُسوہ سے ان پر عمل کر کے دکھایا۔

کلمہ سے متعلقہ آیات سورۃ المائدہ آیات 33 تا 121 میں کلمہ کا مفہوم دوبار آیا ہے مگر صعودی ترتیب سے آیات 110 تا 121 کلمہ کے پہلے جز پر مشتمل ہیں۔ آیات 88 تا 109 کلمہ کے دوسرے جز پر مشتمل ہیں۔

دوسری بار مفہوم کلمہ: آیات 73 تا 87 کلمہ کے پہلے جز پر مشتمل ہیں۔ آیات 33 تا 72 کلمہ کے دوسرے جز پر مشتمل ہیں۔

یہاں سے عبادات کا مضمون اوّل شروع ہوتا ہے۔

....

مضمون ثانی: (جاری) ”درس انسانیت“ سورۃ النساء 106 تا 177۔

ان آیات میں درس انسانیت دیتے ہوئے نیک اعمال اور نیک انجام کی تفصیل دی گئی ہے۔ اعلیٰ انسانیت کا ذکر ہے۔ انصاف اور سچی گواہی پر زور ہے۔ ارتکاز دولت سے روکا گیا ہے۔

(اعادہ) حلال و حرام سے متعلق وضاحت (سورۃ المائدہ آیات 2 تا 6)

انسان (سورۃ المائدہ آیات 8 تا 32)

آیات 28 تا 32 میں انسانیت کے کم سے کم تقاضا کا ذکر ہے کہ اگر کسی سے خون ناحق ہو جائے تو میّت کی تدفین ضرور کرے۔

آیات 21 تا 27 میں ادنیٰ اطاعت کا نمونہ پیش کیا گیا ہے جو کمالِ انسانیت کے برخلاف ہے۔

آیات 16 تا 20 میں رسول اور کتاب کے آنے کا ذکر ہے۔ اللہ اِس کے ذریعہ اندھیروں سے نور کی طرف لاتا ہے اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔ یہ انعام شرفِ انسانی کا مظہر ہے۔

آیت 15 میں میثاقِ نصاریٰ کو توڑنے والوں کے انجام کا ذکر ہے کیونکہ انہوں نے کمال انسانیت حاصل نہیں کیا۔

آیات 13 تا 14 میں میثاق بنی اسرائیل توڑنے والوں سے درگزر کی تعلیم ہے۔

آیات 8 تا 12 میں کمال انسانیت حاصل کرنے والوں کا ذکر ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔ انصاف پر گواہی دی خواہ دشمن قوم کے حق میں ہی ہو اور بلاچون و چرا اطاعت کی۔ یہاں پر حیوان سے انسان بنانے کی اصلاحِ اوّل کا مضمون مکمل ہوتا ہے، الحمدللہ۔

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیٔ راز نبوت ہے اسی سے آشکار

مجلس انصاراللہ کی ڈائمنڈ جوبلی اور ہمارا فرض

(چوھدری ناز احمد ناصر)

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت میں تربیت کی غرض سے نیز نیکی، تقویٰ اور ایثار و قربانی کی روح قائم کرنے کے لئے ذیلی تنظیموں کے قیام کی طرف توجہ فرمائی۔ چنانچہ پہلے لجنہ اماء اللہ کا قیام عمل میں آیا، پھر نوجوانوں اور بچوں کی اصلاح کیلئے خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کی تنظیمیں قائم ہوئیں اور آخر میں 26 جولائی 1940ء کو مجلس انصاراللہ کے قیام کا اعلان کرتے ہوئے حضورؓ نے فرمایا:

''چالیس سال سے اوپر عمر والے جس قدر آدمی ہیں وہ انصاراللہ کے نام سے اپنی ایک انجمن بنائیں اور قادیان کے وہ تمام لوگ جو 40 سال سے اوپر ہیں، اس میں شریک ہوں۔ ان کے لئے یہ بھی لازمی ہوگا کہ وہ روزانہ آدھا گھنٹہ خدمت دین کے لئے وقف کریں، اگر مناسب سمجھا گیا تو بعض لوگوں سے روزانہ آدھ گھنٹہ لینے کی بجائے مہینہ میں تین دن یا کم و بیش اکٹھے لئے جاسکتے ہیں، مگر بہرحال تمام بچوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کا بغیر استثناء کے قادیان میں منظّم ہوجانا لازمی ہے۔''

2015ء میں مجلس انصاراللہ کے 75 سال مکمل ہونے پر لندن میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے مجلس انصاراللہ یوکے کے اجتماع، منعقدہ 18 تا 20 ستمبر 2016ء، پر مجلس انصاراللہ (عالمگیر) کی ڈائمنڈ جوبلی منانے کا پروگرام بنایا گیا۔ چنانچہ اس اجتماع میں دنیا کی تمام بڑی مجالس کو شمولیت کی دعوت دی گئی۔ اس طرح برطانیہ کے طول و عرض سے تشریف لانے والے 2,202 انصار کے علاوہ 15 بیرونی ممالک سے شامل ہونے والے معزز نمائندگان، نیز خدام اور بچوں کی ایک بڑی تعداد بھی شامل ہوئی۔ اس اجتماع میں جرمنی، کینیڈا، آسٹریلیا، پاکستان، ہالینڈ، ڈنمارک، ملائیشیا، ناروے، سپین اور سویڈن کے صدور، نیز فرانس، غانا، نائیجیریا، شام اور امریکہ کے نمائندگان نے شرکت کی اور مختلف پروگراموں میں بھی حصہ لیا۔ اجتماع مسجد بیت الفتوح مورڈن (لندن) کے احاطہ میں وسیع و عریض مارکیاں لگا کر منعقد کیا گیا۔ سٹیج کے پس منظر میں (سورۃ آل عمران کی آیت 104 میں سے) ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا'' کے الفاظ (اردو و انگریزی تراجم کے ساتھ) درج تھے۔ یہ وہ بنیادی پیغام تھا جو اس تاریخی اجتماع کے حوالہ سے دیا جانا مقصود تھا۔

اجتماع گاہ کے آخری حصہ میں ایک خوبصورت اور نہایت مفید نمائش کا اہتمام کیا گیا تھا، جس میں دعوت الی اللہ اور قرآن کریم کے حوالہ سے دیدہ زیب چارٹس اور بینرز کی شکل میں دلچسپ معلومات پیش کی گئی تھیں۔ علاوہ ازیں مختلف افریقی ممالک میں تعمیر کئے جانے والے ماڈل ولیجز (Model Villages) کے حوالہ سے بھی دلچسپ معلومات پیش کی گئی تھیں، نیز مالی میں بنائے جانے والے ماڈل ولیج کا ماڈل بھی نمائش کے لئے رکھا گیا تھا جو خاص دلچسپی کے ساتھ دیکھا گیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشادات کے تحت مجلس انصاراللہ کی تنظیم درج ذیل مقاصد کو پورا کرنے کے لئے قائم کی گئی:

1۔ جماعت میں نیکی و تقویٰ پیدا کرے، دینی عقائد کو ذہن نشین کرائے، اعمال خیر کی ترویج میں کوشاں ہو کر اچھی تربیت کے سامان پیدا کرے۔

2۔ نمازوں کے قیام کی طرف خصوصی توجہ کرے۔

3۔ قرآن کریم کے سیکھنے اور سکھانے کا اہتمام کرے اور احکام شریعت کی حکمتیں لوگوں پر واضح کرے۔

4۔ اجتماعی اور انفرادی دعوت الی اللہ، بالخصوص رشتہ داروں کو دعوت الی اللہ کرنے کی طرف متوجہ ہو۔

5۔ خدمت خلق کے کاموں میں حصہ لے۔

6۔ قوم کی دنیوی کمزوریوں کو دور کرکے اسے ترقی کے میدان میں آگے بڑھائے۔

7۔ جماعت میں بیداری پیدا کرنے اور اسے قائم رکھنے کی کوشش کرے اور اس غرض کیلئے دوسری تنظیموں سے تعاون کرے تاکہ جماعتی اتحاد میں کوئی رخنہ واقع نہ ہو۔ (منقول از سبیل الرشاد، جلد اول، صفحہ 26)

انسانی زندگی میں چالیس سال کے بعد کا عرصہ بالعموم اگلے جہان کی فکر اور اس کے لئے زادِ راہ جمع کرنے کا وقت شمار ہوتا ہے اور یہ زمانہ بجا طور پر پختگی عمر اور نئے روحانی سفر کے آغاز کا دور بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ تاہم عمر کے اس حصہ میں طبعی طور پر انسان کی عملی قوتوں میں کمزوری واقع ہونے لگتی ہے، جس کا اثر دینی جوش اور اعمال پر بھی پڑتا ہے اور بسا اوقات انسان خود کو بے کار اور عضو معطل خیال کرسکتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ جو انسانی فطرت پر گہری نظر رکھتے تھے اس لئے آپ نے اس عمر کے افراد کو ایک تنظیم میں پرونے کا انتظام فرمایا تاکہ تنظیم میں شمولیت اراکین مجلس کو اس امر کا احساس دلاتی رہے کہ وہ اس عمر میں بھی کام کرنے کے اہل ہیں اور جوانوں کے جوان ہیں۔ عمر میں بڑا ہونے کی بنا پر ان کی ذمہ داریوں میں بھی کئی گنا اضافہ ہوچکا ہے۔ اس طرح حضور نے ان افراد کو اپنی علمی، ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کے اظہار اور نشو و نما کے لئے ایک نیا میدان مہیا فرمادیا۔ ان میں ایک طرف اپنی عمر کے افراد کو نیک کاموں میں شریک دیکھ کر مسابقت کی روح اجاگر ہو اور کام کرنے کے لئے ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو، وہاں ایک دوسرے کی نگرانی بھی بہتر طور پر ہم عمر افراد کرسکیں اور علمی، اخلاقی اور روحانی ترقی کے لئے تنظیمی سطح پر باقاعدہ راہنمائی بھی میسر آتی رہے اور ان کی اولادیں بھی انہیں نیکیوں کے میدان میں آگے سے آگے بڑھاتی رہیں۔

دراصل جماعت احمدیہ کا حقیقی مرکز خلافت ہے، جو جماعت کا دل اور دماغ ہے، جماعت کی تمام ذیلی تنظیمیں خلیفہ وقت کے دست و بازو ہیں، اس کی روحانی فوج کے سپاہی اور سلطان نصیر ہیں۔ ان کا کام خلیفہ وقت کی آسمانی آواز کو سننا، پوری روح کے ساتھ عمل کرنا اور پوری شدّت کے ساتھ اپنے ممبران سے اس کی تعمیل کرانا ہے۔ ان تمام تنظیموں کا مقصد ایک اور صرف ایک ہے، اطاعت، اطاعت اور اطاعت۔ ان کی حیثیت محض چٹھی رسانوں اور قاصدوں کی نہیں بلکہ ان رگوں کی سی ہے جنہوں نے انسانی جسم کے پور پور اور بال بال تک اپنا جال بچھایا ہوتا ہے۔

ان ذیلی تنظیموں میں سے سب سے بڑی اور اہم تنظیم ’’انصاراللہ‘‘ ہے، جو عمر اور تجربہ کی وجہ سے دوسری تنظیموں کی بھی نگران ہے۔اس تنظیم کے قیام کے بعد سے تین خلفاء خلافت سے پہلے یا دورانِ خلافت اس کے صدر بھی رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس کے بانی صدر اور خلافت کی ذمہ داریوں کے ساتھ اس اہم ذمہ داری کو بھی نبھاتے رہے، جب تک یہ تنظیم مکمل طور پر اپنے پاؤں پر کھڑی نہ ہوگئی۔1940ء میں اس تنظیم کے قیام کے بعد سے تمام خلفائے احمدیت کے وجود نے اس تنظیم کو برکت بخشی ہے۔

حضرت مصلح الموعودؓ نے تمام تنظیموں کے ’’عہد وں‘‘ میں خلافت سے وفاداری، اطاعت اور اس کو قائم رکھنے کی کوششوں کو شامل فرمایا ہے۔لیکن ’’انصاراللہ‘‘ کے عہد میں خصوصیت سے ’’اپنی اولاد کو خلافت سے وابستہ رکھنے کو بھی شامل کیا ہے‘‘۔

مجلس انصاراللہ ہر قسم کے حالات میں خلافت احمدیہ سے وفاداری اور اس کی اطاعت کے نتیجے میں قدم بقدم ترقی کرتی رہی اور 75 سال پورا کرتے ہوئے آج یہ تنظیم ایک تناور درخت بن چکی ہے جس پر حُبّ رسول ﷺ اور عشق مسیح موعود علیہ السلام کے پھول مہکتے ہیں، جسے خلافت احمدیہ کی بارش نشو ونما دیتی ہے اور یہ سب بانیٔ تنظیم حضرت مصلح موعودؓ کے اس عظیم احسان کی وجہ سے ہے۔

مجلس انصاراللہ کے 75 سال پورے ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس انصاراللہ کے سالانہ اجتماع 2015ء پر اپنے اختتامی خطاب میں انصار کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے جب یہ تنظیم قائم فرمائی تو ابراہیمی دعا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ...... کو سامنے رکھ کر قائم فرمائی اور انصاراللہ پر یہ ذمہ داری ڈالی کہ تمہارا کام دعوت الی اللہ کرنا، قرآن کریم پڑھانا، اچھی تربیت کرنا، قوم کی دنیاوی کمزوریوں کو دور کرکے انہیں ترقی کے میدان میں بڑھانا ہے۔پس یہ مقاصد ہیں جن کے لئے انصاراللہ کی تنظیم قائم کی گئی تھی۔75 سال پورے ہونے پر ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ہم نے یہ ذمہ داریاں کس حد تک پوری کی ہیں؛ کیا ہم نے اپنی اولادوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی حکمتیں بتانے کی کوشش کی ہے یا صرف اپنے بچوں کی دنیاوی تعلیم کے پیچھے ہی پڑے رہے ہیں؟ پس 75 سال پورے ہونے پر ہر جگہ انصاراللہ کی تنظیم یہ جائزہ لے کہ ہم میں سے ہر ایک نے اس مقصد کو پورا کرنے میں کس حد تک حصہ لیا ہے۔ان مقاصد کے حصول کے لئے اپنی جان، مال اور وقت قربان کرنا صحیح مقصد ہے۔تبھی ہم اپنی بنیادوں پر قائم رہیں گے، تبھی اللہ کی رضا حاصل کرنے والے بن سکیں گے، تبھی دین کی نشاۃ ثانیہ کے لئے اللہ کے انصار بن سکیں گے اور نحن انصار اللّٰہ کا نعرہ لگانے والے کہلا سکیں گے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے مزید فرمایا کہ جوبلی کے تحت بعض وعدے بھی کئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کیا جانا ہے، اپنے جائزے لئے جاتے ہیں۔ اگر ان باتوں کو سامنے رکھ کر 75 سال منا رہے ہیں تو اچھی بات ہے لیکن اگر صرف خوشی اور ہا ہو ہے تو یہ کوئی بات نہیں۔ (بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 16 اکتوبر 2015ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے اس تنظیم کو ابدی زندگی کی نوید اس طرح سنائی تھی کہ: ’’یاد رکھو تمہارا نام انصاراللہ ہے یعنی اللہ کے مددگار۔گویا تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ازلی و ابدی ہے۔اس لئے تم کو بھی کوشش کرنی چاہئے کہ ابدیت کے مظہر ہو جاؤ۔تم اپنے انصار ہونے کی علامت یعنی خلافت کو ہمیشہ ہمیش کے لئے قائم رکھتے چلے جاؤ اور کوشش کرو کہ یہ کام نسلاً بعد نسلٍ چلتا چلا جاوے۔‘‘ (الفضل 31 جولائی 1945ء)

لفظ ’’انصار‘‘ کے معانی ہیں: ’’ایسے لوگ جو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں مدددیں‘‘۔یعنی ایسے کام کرنے میں جو نیکی کے ہوں اور برائی اور گناہ کے کام کو نہ کرنے یا رد کرنے میں مدد دیں۔اس لفظ کو رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی استعمال کیا گیا ہے اور اس سے قبل کے مذہبی ادوار میں بھی۔چنانچہ ہم وہ خوش قسمت ہیں جو اس دَور میں سے حصہ پا رہے ہیں اور انصاراللہ کے اس آخری گروہ میں شامل ہیں جنہوں نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے دَور میں اس زمانہ کے ماموراور اس کے خلیفہ کے ساتھ عہد کیا ہے کہ ہم اس پیغام کو دنیا کے آخری کناروں تک پہنچائیں گے اور اس مقصد کے لئے خلیفۂ وقت کے مددگار بنتے ہیں اور انصاراللہ کہلاتے ہیں۔

مجلس انصاراللہ کی ڈائمنڈ جوبلی کے موقع پر مجالس انصاراللہ نے خاص قربانی کی توفیق بھی پائی۔چنانچہ مجلس انصاراللہ پاکستان کی طرف سے 75 لاکھ روپے کی رقم پیش کی گئی، اسی طرح مجلس انصاراللہ یوکے کی طرف سے 75 ہزار پاؤنڈ کی رقم پیش کی گئی تا کہ حضور انور ان رقوم کو جس طرح چاہیں استعمال میں لائیں۔نیز مجلس انصاراللہ یوکے نے مسرور ہسپتال کے لئے بھی اس وقت تک 2 لاکھ 35 ہزار پاؤنڈ جمع کرنے کی توفیق پائی ہے۔اسی طرح کارڈف (یوکے) میں ایک مسجد کی تعمیر بھی جاری ہے۔

یوکے میں مجلس انصار اللہ کے زیر انتظام چیریٹی واکس کا انعقاد کر کے حاصل شدہ رقوم سے مختلف فلاحی تنظیموں کے ذریعہ ضرورتمندوں کی مدد کی جاتی ہے۔یوکے میں ہر سال لاکھوں پونڈ کے حساب سے رقوم اکٹھی کر کے مختلف فلاحی تنظیموں میں تقسیم کی جاتی ہے۔اس کے علاوہ خلیفۂ وقت کے ارشاد پر لبّیک کہتے ہوئے انجینئرنگ ایسوسی ایشن اور دیگر تنظیموں کے لئے رضا کارانہ خدمت کی توفیق پانے والوں میں انصار کی ایک بڑی تعداد بھی شامل ہے۔

دعوت الی اللہ انصاراللہ کی ایک بہت اہم ذمہ داری ہے، چنانچہ اس کے لئے مرکزی طور پر لٹریچر اور لیفلیٹس کی تیاری اور ترسیل، مجالس سوال و جواب کا انعقاد، قرآن نمائشیں اور بک سٹالز کا نظام قائم ہے۔الغرض وہ روحانی مائدہ جو آسمان سے اترتا ہے اور خلافت احمدیہ کے ذریعہ سارے جہان میں تقسیم ہوتا ہے اس کی تقسیم کار میں انصاراللہ کی تنظیم خلافت کی سلطان نصیر ہے اور ہر آسمانی آواز پر خدا کی تحریک پر لبیک کہنے والوں میں صفِ اوّل میں شامل ہے۔اس کے کارکن پوری دلجمعی اور تن من دھن کی قربانی سے پیغامِ خلافت ہر فرد تک پہنچانے کی پوری کوشش کرتے ہیں:

ہر ہاتھ ہے تھامے ہوئے دامان خلافت
اپنے تو رگ و پے میں اطاعت ہی اطاعت
کافی ہے ہمیں چشم خلیفہ کا اشارہ
رہبر بھی وہی ہے وہی دلدار ہمارا
ہر حال میں دربار خلافت کے وفادار
ہم خدمت دین کے لئے ہر آن ہیں تیار

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’پس ہر ایک کو ہم میں سے اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا نَحْنُ انصار اللّٰہ کا

نعرہ لگانے سے پہلے غور بھی کیا ہے کہ کتنا گہرا اور وسیع نعرہ ہے؟ کیا کیا قربانیاں دینی پڑیں گی اس کے لئے؟ اور قربانیاں ہیں کیا؟ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا، کوئی جنگ، توپ، گولہ نہیں ہے، کسی گولے کے آگے کھڑا ہونا نہیں ہے، کسی توپ کے منہ کے سامنے کھڑے ہونا نہیں ہے، تیروں کی بوچھاڑ کے آگے کھڑے ہونا نہیں ہے۔ صحابہ کرام، جو آنحضرت ﷺ کے صحابہ تھے ان کی طرح گردنیں کٹوانا نہیں ہے۔ ہاں یہ قربانیاں بھی اللہ تعالیٰ کبھی کبھار اکا دکا لے لیتا ہے۔ نمونے قائم رکھنے کے لئے اس طرح کرتا ہے۔ لیکن قربانی جو اس زمانے میں کرنی ہے، وہ یہ ہے کہ اپنی عبادتوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے ہیں، اپنے معاشرہ کے حقوق ادا کرنے ہیں، اپنے مالوں کی قربانیاں دینی ہیں۔''

حضور انور ایدہ اللہ نے مزید فرمایا:

''پس انصار اللہ کا فرض بنتا ہے اور میں بار بار کہتا ہوں کہ اپنی عبادتوں کو زندہ کریں، اپنے لئے، اپنی اولادوں کے لئے، اپنے معاشرہ کے لئے، دکھی انسانیت کے لئے، غلبہ اسلام کے لئے ایک تڑپ سے دعا مانگیں۔ آخرت کی فکر اپنے دلوں میں پیدا کریں۔ جب آخرت کی فکر زیادہ ہوگی تو معاشرہ کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ زیادہ ہوگی۔ قرآن کریم کے پڑھنے، پڑھانے کی طرف بھی توجہ کریں۔ اس بارہ میں انصار اللہ نے پروگرام بھی بنا لیا ہے اور میرا خطبہ بھی سن لیا ہے۔ قربانی کرتے ہوئے ہر ایک کا حق ادا کریں، اس کا حق اس کو دینے کی کوشش کریں۔...... دوسروں کی برائیوں پر نظر رکھنے کی بجائے اپنی برائیوں کو دیکھیں تو پھر اصلاح بھی ہوگی اور اصلاح کی طرف توجہ بھی پیدا ہوگی۔ پھر مالی قربانیوں کی طرف توجہ کریں، اپنے عہدوں کو پورا کریں۔''

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انصار کو خصوصیت سے فرمایا کہ

''آپ نے عہد کیا ہے کہ احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت کے لئے قربانی کرتا رہوں گا۔ پس اس بارہ میں سوچیں، غور کریں کہ کہاں تک اس عہد کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے، کہاں تک اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کیا ہے''۔

(سبیل الرشاد، جلد 4، صفحہ 52-53)

پس انصار اللہ کے عہد میں اس بات کا بھی اقرار ہے کہ 'اپنی اولادوں کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا'۔ ہم نے اپنا 75 سالہ دور تو کامیابی سے گزار لیا ہے، لیکن اس عہد کی وجہ سے ہمیں آئندہ آنے والے دَور کی فکر کرنی چاہئے اور یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب ہم خود بھی اور اپنی اولادوں کو بھی اس عہد پر قائم رکھتے ہوئے اپنی جان، مال، وقت اور عزت کی قربانیاں پیش کرتے چلے جائیں۔ جس طرح گزشتہ 75 سالہ دور میں ہمارے آباؤ اجداد نے ان عہدوں کو نبھایا اور قربانیوں کے عظیم الشان نمونے پیش فرمائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عہد کے پورا کرنے کی کماحقہ توفیق عطا فرمائے اور ہم میں سے ہر ایک کے دل سے یہ صدا بلند ہو کہ:

لگے قدغن، کٹے گردن، کہ زندانوں میں گزرے عمر
رکیں گے ہم، نہ ہاریں گے کہ ہم انصار ہیں تیرے
مرے مرشد، مرے دلبر، تو جاں مانگے، وفا مانگے
حواری ہم پکاریں گے کہ ہم انصار ہیں تیرے

✵ حضرت ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں رسول کریم ﷺ کے ساتھ سفر حدیبیہ کے لئے نکلا تو آپ ﷺ اور دیگر صحابہؓ احرام میں تھے مگر مَیں نے احرام نہیں باندھا تھا۔ دوران سفر مَیں نے ایک جنگلی گدھا شکار کر لیا اور حضور ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا کہ میں احرام سے نہیں تھا اس لئے آپ ﷺ کی خاطر یہ شکار کر لیا۔ چونکہ حالت احرام میں خود شکار کرنا یا اس کی خاطر کسی کا شکار مارنا بھی جائز نہیں۔ حضور ﷺ نے میرے اس فقرہ کی وجہ سے کہ 'میں نے آپ کی خاطر یہ شکار کیا ہے' اس میں سے کچھ کھانا پسند نہ کیا البتہ صحابہؓ کو اس گوشت کے کھانے کی اجازت دے دی۔

✵ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے: مَیں بسا اوقات گھر میں ایک کھجور بستر پر پڑی پاتا ہوں، بھوک کی وجہ سے اٹھا کر کھانے لگتا ہوں پھر خیال آتا ہے کہ صدقہ کی نہ ہو اور جہاں سے اٹھائی وہیں رکھ دیتا ہوں۔

بقیہ از صفحہ 4: جواھرات کی تھیلی....قرآن کریم

تو قیر فرمائی کہ ان کے حق میں یہ بھی فرما دیا کہ وہ اپنے اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کی رَضا سے بڑھ کر اور کیا عزت افزائی ہو سکتی ہے!۔

بلاشبہ قرآن کا خدا زندہ خدا ہے اور قرآن کریم زندہ خدا کا زندہ کلام ہے جس کی فیض رسانی آج بھی جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گی۔ چنانچہ والہانہ طور پر اس کی محبت اور عشق میں کھو جانے کے باعث حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو وہ روحانی منصب عطا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو فرمایا: اَنْتَ مرادی کہ تُو میری مراد ہے۔ اور پھر نہایت پیار سے فرمایا: اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ۔

محبت کا یہ اظہار اس لئے تھا کہ آپؑ کی روح گداز ہو کر یہ پکارتی تھی:

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ آپؑ کا یہ کوئی وقتی اظہار نہ تھا بلکہ آپؑ تو ہر آن اس پاک کلام کی محبت میں محو رہتے اور اپنی جماعت کو بھی اس نیّر کامل کی محبت کی دعوت دیتے ہوئے خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے چلے گئے کہ اَلْخَیْرُ کُلُّهٗ فِی الْقُرْآن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔

پس ہمیں قرآن کریم سے محبت کے وہ اسلوب اختیار کرنے چاہئیں جو ہمارے آقا آنحضور ﷺ نے سکھائے ہیں اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان پر عمل پیرا ہو کر قرآن کریم کے فیضان اور برکات سے حصہ پایا ہے۔

حضور علیہ السلام کا فرمودہ یہ سدا بہار مژدہ ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے کہ

''قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم اس سے نہ بھاگو''۔ (کشتی نوح)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم قرآن کریم پڑھنے، اس پر غور کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق پانے والے ہوں تا کہ اُن برکات کے وارث بنائے جائیں جو اس سے محبت کرنے والوں کے لئے وعدہ کی گئی ہیں۔

ذکر الٰہی اور اس کے ثمرات

(اخلاق احمد انجم مربی سلسلہ)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْراً كَثِيْراً. وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلاً. هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْماً۔ (الاحزاب:42 تا 44)

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ۔ (الاعراف:206)

حضرت مصلح موعودؓ کا ایک شعر ہے:

ذکرِ خدا پہ زور دے ظلمت دل مٹائے جا
گوہرِ شب چراغ بن دنیا میں جگمگائے جا

ہمارے دین کی تعلیم کی بہت سی شاخیں ہیں، بہت سے پہلو ہیں۔ مگر ہمارے دین کی عمارت کی بنیاد، ہمارے مذہب کے درخت کی جڑھ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس سے تعلق اور اس سے محبت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے تعلق اور محبت کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اس کے حسن کو انسان ہر وقت یاد رکھے اور اس سے ڈرتا رہے، اس کی ناراضگی اور اس کی سزا کے خوف کا احساس رہے۔ اور اس غرض کے لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر کرنے کی بار بار تاکید کی ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیات میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو اور اس کی تسبیح صبح بھی کرو اور شام کو بھی۔ وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تا کہ وہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالے اور وہ مومنوں کے حق میں بار بار رحم کرنے والا ہے۔

دوسری آیت میں اللہ فرماتا ہے: اور تو اپنے ربّ کو اپنے دل میں کبھی گڑگڑاتے ہوئے اور کبھی ڈرتے ڈرتے اور بغیر اونچی آواز کئے صبحوں اور شاموں کے وقت یاد کیا کر اور غافلوں میں سے نہ ہو۔ ذکر الٰہی انوار کی کنجی ہے۔ یہ تماشا گاہ ہستی کی جلوہ آرائیوں اور حسن آفرینیوں کا اقرار ہے۔ ذکر الٰہی سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور انسان کی روحانی ترقی ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی بار ہا ذکر الٰہی کی اہمیت اور عظمت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ: ذکر الٰہی کرنے والے اور ذکر الٰہی نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مُردہ کی طرح ہے۔ یعنی جو ذکر الٰہی کرتا ہے وہ زندہ ہے اور جو نہیں کرتا وہ مُردہ ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وہ گھر جن میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اور وہ گھر جن میں خدا تعالیٰ کا ذکر نہیں ہوتا ان کی مثال زندہ اور مُردہ کی طرح ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے لوگو! جنت کے باغوں میں چرنے کی کوشش کرو، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! جنت کے باغ سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ذکر کی مجالس جنت کے باغ ہیں''۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ صبح اور شام کے وقت خصوصاً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُسے اُس قدر و منزلت کا علم ہو جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی ہے، تو وہ یہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کا کیا تصوّر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی ایسی ہی قدر کرتا ہے جیسی اُس (یعنی بندے) کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ہے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 27)

پھر ذکر الٰہی کی فضیلت اور عظمت کا بیان ان مبارک الفاظ میں فرمایا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کیا مَیں تمہیں تمہارے بہترین اعمال میں سے سب سے بہتر عمل کی خبر نہ دوں جو تمہارے ربّ کے نزدیک مقبول تر ہو اور تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا ہو اور وہ عمل تمہارے لئے سونے اور چاندی کی اللہ کی راہ میں خیرات سے بھی بہتر ہو اور تمہارے لئے اس سے بہتر ہو کہ اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں جہاد کے لئے آؤ۔ پس تم ان کی گردنیں اتارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں، صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ ضرور بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ذکر اللہ تعالیٰ۔ یعنی ایسا عظیم عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی ہے، حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: مَیں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس سے بہتر مجمع کے اندر اسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ بالشت بھر میرے قریب ہوتا ہے تو میں گز بھر اس سے قریب ہوجاتا ہوں۔ اگر وہ گز بھر میرے قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر اس سے قریب ہوجاتا ہوں اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔ (صحیح بخاری)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ذکر الٰہی کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اصل غرض ذکر الٰہی سے یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو فراموش نہ کرے اور اسے اپنے سامنے دیکھتا رہے اس طریق پر وہ گناہوں سے بچا رہے گا۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک تاجر نے ستر ہزار کا سودہ لیا اور ستر ہزار کا دیا مگر وہ ایک آن میں بھی خدا سے جدا نہ ہوا۔ پس یاد رکھو کہ کامل بندے اللہ تعالیٰ کے وہی ہوتے ہیں جن کی نسبت فرمایا ہے لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ جب دل خدا کے ساتھ سچا تعلق اور عشق پیدا کر لیتا ہے تو وہ اس سے الگ ہوتا ہی نہیں۔ اس کی کیفیت اس طریق پر سمجھ میں آسکتی ہے کہ جیسے کسی کا بچہ بیمار ہو تو خواہ وہ کہیں جاوے کسی کام میں مصروف ہو مگر اس کا دھیان اسی بچے میں رہے گا، اسی طرح پر جو لوگ خدا سے سچا تعلق اور محبت پیدا کرتے ہیں وہ کسی حال میں بھی خدا تعالیٰ کو فراموش نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ صوفی کہتے ہیں کہ عام لوگوں کے رونے میں اتنا ثواب نہیں جتنا عارف کے ہنسنے میں ہے۔ وہ بھی تسبیحات ہی ہوتی ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عشق اور محبت میں رنگین ہوتا ہے۔ یہی مفہوم اور غرض اس عالم کی ہے کہ وہ آستانہ الوہیت پر اپنا سر رکھ دیتا ہے''۔ (ملفوظات جلد 7 نمبر صفحہ 20)

ذکر الٰہی افضل ترین عبادت ہے۔ ذکر اللہ سے قلوب منور ہوتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر شئے کے لئے صیقل ہے اور دلوں کی صیقل ذکرالٰہی ہے۔ یہ دل کو شیشے کی مانند صاف کر دیتا ہے۔ عذاب الٰہی سے بچانے کے واسطے ذکرالٰہی سے زیادہ کوئی چیز موجبِ نجات نہیں۔ بلاشبہ جس طرح تانبا اور پیتل اور چاندی وغیرہ زنگ آلود ہو جاتے ہیں اسی طرح دل میں زنگ آلودہ ہو جاتے ہیں اور ان کا زنگ ذکرالٰہی سے دُور ہوتا ہے۔ یاد رکھیں کہ دل دو چیزوں سے زنگ آلود ہوتا ہے، غفلت اور گناہ سے۔ اور دو ہی چیزوں سے صاف و روشن اور چمکدار ہوتا ہے: استغفار اور ذکرالٰہی سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ پس انسان جتنا ذکرالٰہی میں مصروف رہے گا اور جتنا استغفار کرے گا اتنا ہی اس کا دل روحانی روشنی حاصل کرے گا۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرائط بیعت میں تیسری شرط یہ رکھی کہ ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''استغفار روحانی مگدر ہے۔ اس کے ساتھ روح کو ایک قوّت ملتی ہے اور دل میں استقامت پیدا ہوتی ہے۔ استغفار سے انسان ان جذبات کو ڈھانپنے اور دبانے کی کوشش کرتا ہے جو خدا تعالیٰ سے روکتے ہیں''۔

پس ذکر دل اور روح دونوں کی غذا ہے اور یاد رکھیں کہ ذکر الٰہی چند خود تراشیدہ وظائف کا نام نہیں بلکہ نماز، تلاوت قرآن کریم، دعا اور استغفار، نوافل کی ادائیگی، آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنا سب ذکرالٰہی میں آتا ہے۔

نماز ذکرالٰہی کرنے کا بہترین ذریعہ اور ذکرالٰہی کا مجموعہ ہے۔ دین کا ستون ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ اے انسان میں ہی تیرا خدا ہوں اور میرے سوا تیرا کوئی محبوب نہیں پس میری ہی عبادت کر اور میرے ہی ذکر کے لئے نماز کو قائم کر۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہاں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنو میرا ذکر کرو تو اس کے ایک معنے یہ ہوئے کہ اے مومنو نماز پڑھو۔ آنحضور ﷺ نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے اور فرمایا ہے: قُرَّةَ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ۔ نماز پڑھنے والا وقفہ وقفہ سے اللہ تعالیٰ کی یاد سے اپنا سینہ منور کرتا رہتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''نماز کیا ہے؟ یہی کہ اپنے عجز نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا اور اسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا۔ کبھی اس کی عظمت اور اس کے احکام کی بجا آوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا اور کبھی کمال مذلت اور فروتنی سے اس کے آگے سجدہ میں گر جانا۔ اس سے اپنی مناجات مانگنا یہی نماز ہے۔ ...... انسان ہر وقت محتاج ہے کہ اس سے اس کی رضا کی راہیں مانگتا رہے اور اس کے فضل کا اسی سے خواستگار ہو کیونکہ اسی کی دی ہوئی توفیق سے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اے خدا ہم کو توفیق دے کہ ہم تیرے ہو جائیں اور تیری رضا پر کاربند ہو کر تجھے راضی کر لیں۔ خدا کی محبت، اسی کا خوف، اسی کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے اور یہ دین ہے۔ ...... قرآن شریف میں ہے کہ اُذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (البقرۃ) یعنی اے میرے بندو تم مجھے یاد کیا کرو اور میری یاد میں مصروف رہا کرو میں بھی تم کو نہ بھولوں گا تمہارا خیال رکھوں گا۔ اور میرا شکر کیا کرو میرے انعامات کی قدر کیا کرو اور کفر نہ کیا کرو۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذکر الٰہی کے ترک اور اس سے غفلت کا نام کفر ہے۔ پس جو دم غافل وہ دم کافر والی بات صاف ہے۔ یہ پانچ وقت تو خدا تعالیٰ نے بطور نمونہ کے مقرر فرمائے ہیں ورنہ خدا کی یاد میں تو ہر وقت دل کو لگا رہنا چاہئے اور کبھی کسی وقت غافل نہ ہونا چاہئے، اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اس کی یاد میں غرق ہونا بھی ایک ایسی صفت ہے کہ انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے''۔ (تفسیر حضرت مسیح موعود)

پھر قرآن کریم اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کے ذکر سے بھرپور ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے بارہ میں فرماتا ہے: انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون اور وھذا ذکر مبارک انزلنٰه۔ پس جہاں خدا تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ اذکروا اللہ تو اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ قرآن کریم کو پڑھا کرو۔ اس کے حکموں کو حرز جان بناؤ۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''انسان کو چاہئے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے جب اس میں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس میں چاہا گیا ہے۔ ...... دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لئے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا دل چاہتا ہے یہی رحمت الٰہی میرے بھی شامل حال ہو۔ قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے پھر آگے چل کر اور قسم کا چنتا ہے۔ پس چاہئے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھائے''۔ (البدر)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''ہر احمدی کو اس بات کی فکر ہونی چاہئے کہ وہ خود بھی اور اس کے بیوی بچے بھی قرآن کریم پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دیں''۔

آنحضرت ﷺ پر درود اور سلام بھیجنا بھی ذکرِ الٰہی کا ایک اعلیٰ طریق ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے: یاایھا الذین آمنوا صلّوا علیه وسلموا تسلیما۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو نبی کریم پر درود و سلام بھیجو۔ آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنا انسان کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں انسان کی مغفرت اور بخشش کے سامان پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے انوار و برکات کا نزول درود پڑھنے والے پر ہوتا ہے۔ ایک حدیث پیش کرتا ہوں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی ایک جماعت اس کام پر متعین ہے کہ وہ پھرتے رہتے ہیں اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کسی مجلس کے پاس پہنچتے ہیں تو وہاں ٹھہر جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو ٹھہرا لیتے ہیں۔ پس جب وہ لوگ دعا کریں تو فرشتے آمین کہتے ہیں اور جب وہ خدا کے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو فرشتے بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں اور جب وہ لوگ اس کام سے فارغ ہو کر واپس جانے لگتے ہیں تو فرشتے ایک دوسرے کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ یہ لوگ کیا ہی خوش نصیب ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور بخشش پا کر واپس جا رہے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام درود کے انوار و برکات کے ذاتی مشاہدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے استغراق رہا کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں وہ بجز وسیلہ نبی کریم ﷺ کے نہیں مل سکتیں۔ تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقّے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راستے میرے گھر میں

داخل ہوئے ہیں اور ان کے کاندھوں پر نُور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں ھذا بما صلیت علی محمد۔

نیز فرماتے ہیں: درود شریف کے طفیل میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت ﷺ کی طرف جاتے ہیں۔ اور پھر وہاں جا کر آنحضرت ﷺ کے سینے میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر ان کی لاانتہا نالیاں ہو جاتی ہیں اور بقدرِ حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں۔ یقیناً کوئی فیض بدوں وساطت آنحضرت ﷺ دوسروں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ درود شریف کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرے تاکہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔ (الحکم، 28 فروری 1903۔ صفحہ 7)

تسبیح وتحمید اور صفات الٰہیہ کا تکرار اور ان کا اقرار بھی ذکر اللہ میں داخل ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاما و قعودا و علیٰ جنوبکم۔ (النساء)۔ جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کا ذکر کرو۔ کھڑے ہونے کی حالت میں بھی بیٹھنے کی حالت میں بھی اور لیٹے ہونے کی حالت میں بھی۔

نیز فرماتا ہے: فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ واذکروا اللّٰہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ (الجمعۃ) یعنی جب تم نماز پڑھ چکو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

آنحضرت ﷺ کی زندگی کا لمحہ لمحہ ذکرِ الٰہی سے معمور تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر لحظہ ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، وضو کرتے، نئے کپڑے پہنتے، سوار ہوتے، سفر میں جاتے، واپس آتے، گھر میں داخل ہوتے، مسجد میں قدم رکھتے، غرض ہر حالت میں آپ ﷺ دل وجان سے ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے حتیٰ کہ آپ ﷺ میدانِ جنگ میں بھی یادِ الٰہی سے غافل نہیں رہتے تھے۔ بدر کے غزوہ میں خشوع وخضوع سے دونوں ہاتھ پھیلا کر بارگاہِ ایزدی میں دعا کر رہے تھے۔ اس بے خودی کے عالم میں ردائے مبارک کندھے سے گر پڑتی اور حضور ﷺ کو خبر تک نہ ہوتی۔ حضرت علیؓ تین مرتبہ میدان جنگ میں حاضر ہوئے اور ہر دفعہ یہ دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کی پیشانی مبارک سجدہ ریز ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ نے ہر حالت کے متعلق ذکر مقرر فرما دیئے ہیں اس لئے ان کے کرنے سے انسان ہر حالت میں خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ مثلاً ایک شخص جو دفتر میں بیٹھا کام کر رہا ہو وہ اگر اپنے متعلق کوئی خوشخبری سنے تو الحمد للہ کہے۔ اگر چلتے ہوئے خوشی کی بات معلوم ہو تو بھی الحمد للہ کہے۔ اگر لیٹے ہوئے خوشی کی بات سنے تو اسی حالت میں الحمد للہ کہے۔ اس طرح خود بخود قیامًا وَّ قعودًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا رہے گا۔ پھر رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّااللّٰہ۔ جابر سے ترمذی میں روایت ہے کہ سب سے افضل ذکر یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کیا جائے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ باقی اذکار کی بھی مختلف فضیلتیں ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم کی نسبت فرمایا ہے: کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ جو زبان سے کہنے میں چھوٹے ہیں مگر جب قیامت کے دن وزن کئے جائیں گے تو ان کا اتنا بوجھ ہوگا کہ ان کی وجہ سے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہو جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں۔ یہ بھی بہت اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے۔'' (انوار العلوم جلد 30 صفحہ 504)

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم کی تاثیرات کا ذکر کرتے ہوئے امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہوا۔ میرا آخری وقت سمجھ کر مسنون طریقہ سے تین دفعہ سورۃ یٰسین سنائی اور میری زندگی سے سب مایوس ہو چکے تھے اور بعض عزیز دیواروں کے پیچھے روتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے الہاماً مجھے یہ دعا سکھلائی: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اٰلِ مُحَمَّدٍ اور القاء ہوا کہ دریا کے پانی میں جس کے ساتھ ریت بھی ہو ہاتھ ڈال اور یہ کلمات طیبہ پڑھ اور اپنے سینے اور پشت سینہ اور دونوں ہاتھوں اور منہ پر اس کو پھیر کہ تو اس سے شفاء پائے گا۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اور ابھی پیالہ ختم نہ ہونے پایا تھا کہ مجھے بکلّی صحت ہوگئی۔ پھر یہ الہام ہوا: وَ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِشِفَاءٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ یعنی اگر تمہیں اس نشان میں شک ہو جو ہم نے شفاء دے کر دکھایا ہے تو تم اس کی نظیر پیش کرو۔'' (نزول المسیح)

ذکرِ الٰہی کے ثمرات

قربِ الٰہی کا بہترین ذریعہ اللہ تعالیٰ کی یاد دل میں بسانا اور ہر لمحہ اس کا ذکر کرنا ہے۔ جب بندے کی یہ کیفیت ہو جائے کہ اس کی زبان ہر وقت ذکرِ الٰہی سے تر رہے وہ تمام دنیوی محبتوں سے کنارہ کش ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوب جائے اور اس کے رگ وریشہ میں اسی محبوب حقیقی کی یاد سما جائے تو اسے ذکرِ الٰہی کی ساری حلاوتیں اور برکتیں یوں نصیب ہوں گی کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے قرب سے نوازے گا۔ جو انسان اللہ تعالیٰ کی یاد کو حرزِ جان بنا لے تو پھر جب وہ اللہ کو پکارتا ہے تو وہ اس کی پکار کو سنتا ہے اور اس کے دامن کو رحمتوں اور برکتوں سے بھر دیتا ہے۔ اُذْکُرُوْا اللّٰہَ یَذْکُرْکُمْ وَادْعُوْہُ یَسْتَجِبْ لَکُمْ وَلَذِکْرُاللّٰہِ اَکْبَر۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو وہ اپنی شان کریمی اور رحیمی کا اظہار کرتے ہوئے تمہیں یاد کرے گا اس کو پکارو وہ تمہاری پکار کو سنے گا اور اللہ کا ذکر ہی سب سے بلند ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر انسان کو بدیوں سے روکتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: اُتْلُ مَا اوحی الیک من الکتاب و اقم الصلوٰۃ ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر۔ ولذکر اللہ اکبر واللہ یعلم ما تصنعون۔ (العنکبوت:46)

رسول کریم ﷺ کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تجھ کو خدا نے جو کتاب دی ہے وہ لوگوں کو پڑھ کر سنا اور نماز کو قائم کر۔ نماز بدیوں اور برائیوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر کرنا بہت بڑا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

ذکر کرنے والا انسان اپنے ہر مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے بشرطیکہ سچے دل سے ذکر کرتا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاذْکُرُوْااللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تا کہ کامیاب ہو جاؤ۔

اللہ ذکرِ الٰہی کرنے والے سے محبت کرتا ہے۔ اس کو اپنا قرب عطا کرتا ہے۔ فرشتے اللہ کی رحمت اور برکت ذکرِ الٰہی کرنے والے پر لے کر آتے ہیں۔ ذکرِ الٰہی کرنے والے کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سات آدمیوں کے سر پر

خدا کا سایہ ہوگا ان میں سے ایک ذکر کرنے والا ہوگا۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ ایسا خطرناک دن ہوگا کہ تمام نبی ڈرتے ہوں گے اور خدا تعالیٰ اس دن ایسا غضبناک ہوگا جیسا کبھی نہیں ہوا کیونکہ تمام شریر لوگ اس کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ سورج بہت قریب ہوجائے گا۔ ایسی حالت میں جس پر خدا تعالیٰ کا سایہ ہوگا وہ کتنا ہی خوش قسمت ہوگا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص روزانہ سو مرتبہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر پڑھے اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، سو نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں اور صبح سے شام تک وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے اعمال سے بڑھ کر کسی کا عمل افضل نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ اس سے بڑھ کر کوئی عمل کرے۔ اور جو شخص دن میں سو مرتبہ سبحان اللّٰہ و بحمدہ کہے اس کے تمام گناہ خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخشش کے ساتھ اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے دل پر مندرجہ ذیل دعا القاء کی گئی:

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ

میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اسم اعظم ہے اور یہ وہ کلمات ہیں کہ جو اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے اسے نجات ہوگی۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 321)

بلاشبہ ذکر الٰہی دلوں کو سکون بخشتا ہے۔ بے سکونی کی کیفیت ذکر الٰہی سے بہتر بنائی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:29) کہ یقیناً دل اللہ کے ذکر سے ہی اطمینان پاتے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اطمینان قلب کی فلاسفی یوں بیان فرماتے ہیں:

"اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اس کے عام معنی تو یہی ہیں کہ اللہ کے ذکر سے قلوب اطمینان پاتے ہیں لیکن اس کی حقیقت اور فلاسفی یہ ہے کہ جب انسان سچے اخلاص اور پوری وفاداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور ہر وقت اپنے آپ کو اس کے سامنے یقین کرتا ہے۔ اس سے اس کے دل پر ایک خوف عظمت الٰہی کا پیدا ہوتا ہے وہ خوف اس کو مکروہات اور منہیات سے بچاتا ہے اور انسان تقویٰ اور طہارت میں ترقی کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ اس پر نازل ہوتے ہیں اور اس کو بشارتیں دیتے ہیں اور الہام کا دروازہ اس پر کھولا جاتا ہے۔ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کو گویا دیکھ لیتا ہے اور اس کی وراء الورا طاقتوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ پھر اس کے دل پر ہم و غم نہیں آسکتا اور طبیعت ہمیشہ ایک نشاط اور خوشی میں رہتی ہے اسی لئے دوسرے مقام پر آیا ہے لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ اگر کوئی ہمّ و غم واقعی بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے الہام سے اس کے لئے خارجی اسباب ان کے دور کرنے کے پیدا کر دیتا ہے یا خارق عادت صبر ان کو عطا کرتا ہے۔" (ملفوظات جلد 8 صفحہ 2-1)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"ہر احمدی کو ہر وقت یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اس کے دل کا اطمینان اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہی ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی ضمانت بھی دی ہے۔ دنیا میں بہت ساری چیزیں بیچنے والے مارکیٹ کرنے والے، دنیاوی چیزیں بنانے والے بڑے بڑے اشتہار دیتے ہیں کہ ہماری فلاں چیز خریدو تو سو فی صد سکون یا Satisfaction مل جائے گی، تسلی ہوگی، لیکن کبھی ہوتی نہیں۔ جتنا بڑا چاہے کوئی دعویٰ کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ یہ ضمانت دیتا ہے کہ میرا ذکر کرنے والوں کو، حقیقی طور پر میرا ذکر کرنے والوں کو، ان حکموں پر عمل کرنے والوں کو میں اطمینان قلب دوں گا، دل کو چین اور سکون ملے گا۔ جیسا کہ فرمایا اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:29) یعنی پس سمجھ لو کہ اللہ کی یاد سے ہی دل اطمینان پاتے ہیں اور یہ ذکر نمازوں کے علاوہ بھی ہونا چاہئے، جیسا کہ میں نے بتایا ہر وقت اللہ کی یاد یہ ذکر ہی ہے۔ اگر اللہ کا خوف دل میں رہے تو آدمی مختلف دعائیں مختلف وقتوں میں پڑھتا ہے، کئی کام نہیں کرتا کہ اللہ کا خوف آجاتا ہے تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتادیا ہے کہ اللہ کا ذکر صرف نمازوں میں نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی ہے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہئے۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ (آل عمران:191) یعنی عقلمند انسان اور مومن وہی ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے بھی اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ ہر وقت ان کے دل میں اللہ کی یاد ہوتی ہے۔ یہ صحیح مومن کی نشانی ہے کیونکہ اس ذکر سے ایمان بھی بڑھتا ہے اور انسان میں جرأت بھی پیدا ہوتی ہے۔" (مشعل راہ جلد پنجم حصہ چہارم صفحہ نمبر 2)

غرض ذکر سے انسان کے دل میں محبتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے، محاسبہ نفس کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ ذکر الٰہی سے انسان پر معرفت کے بڑے بڑے دروازے کھل جاتے ہیں۔

ذکر الٰہی سے انابت حاصل ہوتی ہے انابت اللہ کی طرف رجوع کو کہتے ہیں جب ذکر الٰہی کے ذریعہ اللہ کی طرف رجوع ہوگا اسی قدر مومن کا دل اس کے تمام حالات تمام معاملات اور تمام کاروبار میں اللہ کی طرف پھرے گا۔ اور وہ محض اللہ کو ہی اپنا مربی تصور کرے گا۔ اور فقط اللہ ہی اس کا ملجیٰ و ماویٰ ہوگا۔ اللہ ہی اس کی جائے پناہ اور ہر مصیبت و پریشانی میں اللہ ہی اس کا دستگیر ہوگا۔

ذکر الٰہی حیاتِ قلبی کا موجب ہے جوں جوں انسان ذکرِ الٰہی کرتا ہے اس کے دل میں نئی زندگی پیدا ہوجاتی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی یہ نصائح یاد رکھنے کے قابل ہیں کہ:

"ہمارے سب اجتماعوں کو بابرکت بنانے کا نسخہ رسول کریم ﷺ نے یہی بیان فرمایا ہے کہ ان میں ذکر الٰہی اور عبادت زیادہ کی جائے۔ اسی وجہ سے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس مجلس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے خدا تعالیٰ کے فرشتے اس میں اتر آتے ہیں۔ پس مومن کا فرض ہے کہ وہ اپنے اوقات کو اس طرح صرف کرے کہ ذکر الٰہی اس کی زبان پر جاری ہو اور نمازوں میں اسے شغف اور رغبت ہو۔ ذکر الٰہی کرنا گویا سوئچ (Switch) آن کرنا ہے، سوئچ آن کردیا جائے تو روشنی پیدا ہوجاتی ہے اور اگر سوئچ آن نہ کیا جائے تو پھر اندھیرا ہی رہتا ہے۔ اسی طرح اگر ذکر الٰہی نہ کیا جائے تو طبیعت روشن نہیں ہوتی۔ پس اپنے اندر ذکر الٰہی کی عادت پیدا کرو تا خدا سے تمہارا تعلق بڑھ جائے۔ تمہارے اندر ہمت پیدا ہوجائے۔ تمہاری نظروں میں تاثیر پیدا ہوجائے اور دشمن کے دلوں میں تمہارا رُعب بیٹھ جائے اور دشمن خود بول اٹھے کہ یہ لوگ واقعی روحانیت کے پتلے ہیں۔" (تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 654)

حضرت ماسٹر ماموں خان صاحبؓ لدھیانوی

(عبدالرحمٰن شاکر)

شہرلدھیانہ سے 22 میل پر قصبہ سمرالہ ہے جو تحصیل بھی ہے۔ سمرالہ سے آگے 6 میل پر مشہور تاریخی قصبہ ماچھی واڑہ ہے جو اکبر کے زمانہ سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ شہنشاہ اورنگ زیب کے عہد میں جب سکھوں کے دسویں گورو گوبند سنگھ اوراس کے مریدوں نے علاقہ بھر کے امنِ عامہ کو اپنی تخریبی سرگرمیوں سے تہ وبالا کردیا تو شاہی فوج نے اس کا تعاقب کیا اور ماچھی واڑہ میں آن پکڑا تو اس نے یہاں کے دو بھائیوں غنی خان اور نبی خان افغان کے گھر میں پناہ لی۔ انہوں نے فوج والوں کو کہہ دیا کہ یہ گوبند سنگھ نہیں بلکہ ہمارے اوچ شریف کے پیر صاحب ہیں۔ دوسرے دن اُس کو مسلمان پیروں جیسا لباس پہنا کر پالکی میں بٹھا کر محفوظ علاقہ میں چھوڑآئے۔ افسوس کہ گورو کے چیلوں نے ہمیشہ ہی مسلمانوں پر ظلم کیا۔ حتیٰ کہ "سکھا شاہی" محاورہ بن گیا ہے۔

اسی مردم خیز قصبہ میں حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پانچ صحابہ بھی ہوئے ہیں:

۱۔ **حضرت سیّد عبدالہادی شاہ صاحبؓ اوورسیئر** (سولن ضلع شملہ):

آپؓ چھوٹے بھائی تھے۔ 313 اصحاب میں ان کا نمبر 157 ہے۔ وفات 08-1907ء میں ہوئی۔

۲۔ **حضرت سید محمد شاہ صاحبؓ پرشین ٹیچر ماچھی واڑہ وفات 1922ء:**

آپؓ بڑے بھائی تھے۔ انہوں نے بیعت اپنے چھوٹے بھائی کے تین چار سال بعد کی۔

۳۔ **حضرت حکیم محمد عبداللہ صاحبؓ:**

آپؓ بہت پائے کے حکیم اورنہایت نیک آدمی تھے۔ ان کے بڑے صاحبزادے حکیم عبدالرحمٰن صاحب ربوہ میں رہے ہیں۔ چھوٹے صاحبزادے ڈاکٹر عبدالستار صاحب وٹرنری سرجن تھے۔

۴۔ **حضرت حافظ امام دین صاحبؓ نابینا** (امام مسجد۔ وفات 1907ء):

آپؓ ماچھی واڑہ سے دو میل پر ایک گاؤں کے رہنے والے تھے مگر تمام عمر ماچھی واڑہ میں گزاری۔ شہر کی نصف آبادی کو قرآن مجید پڑھایا۔ آپ کے احمدی ہونے پر بعض شریروں نے ارادہ کیا کہ رات کو مسجد کے حجرے میں تیل ڈال کر آگ لگادی جائے تا زندہ ہی جل جائیں مگر خدا نے ان کو اُن کے بدارادہ سے محفوظ رکھا اور جب حافظ صاحب نے وفات پائی تو اُن میں سے ایک اُن کے مقبرے کے تعویذ کے لئے سیمنٹ اُٹھا اُٹھا کرلایا۔ شریروں کا سرغنہ "کالوشاہ" تھا اُسے یہ سزا ملی کہ اس کی ایک ہی لڑکی تھی جو فاحشہ تھی، وہ قتل ہوگئی اور تمام شہر میں سخت بدنامی ہوئی۔ اس کے بیٹے نے اور پھر پوتے نے بھی خودکشی سے ہی دنیا کو نجات دی۔

۵۔ **حضرت ماسٹر ماموں خان صاحبؓ ڈرل ماسٹر:**

حضرت ماسٹر ماموں خان صاحبؓ کے والد کا نام کالو خان تھا اور قوم راجپوت تھی۔ آپ نے 1902ء میں خواب دیکھا کہ چاند ان کی جھولی میں آگرا ہے۔ آپ نے سیّد محمد شاہ صاحب سے تعبیر پوچھی۔ اُنہوں نے کہا کہ تم کسی بہت بڑے بزرگ کی بیعت کروگے۔ اُن دنوں ماسٹر صاحب 15 دن تک ماچھی واڑہ میں اور 15 دن تک سمرالہ سکول میں کام کرتے تھے۔ سمرالہ اور ماچھی واڑہ کے درمیان نہر سرہند بہتی ہے جو بجائے خود ایک بڑا دریا ہے۔

ماچھی واڑہ کے قریب ایک گاؤں کوہاڑ ہے وہاں پر ایک فقیر رہتا تھا۔ وہ کسی سے کلام نہ کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ عمر بھر میں وہ صرف دو دفعہ بولا ہے ایک دن کہا کہ امام مہدی کا ظہور ہونے ہی والا ہے اور ایک دفعہ کہا کہ اب امام مہدی ظاہر ہو چکا ہے۔ ماسٹر ماموں خان صاحب بھی امام مہدی کے متلاشی تھے۔ سیّد محمد شاہ صاحب سے بوجہ سکول میں ملازمت کے ہروقت گفتگو رہتی تھی۔ اُنہوں نے ماسٹر صاحب کو حضرت اقدسؑ کے دعویٰ سے مطلع کیا۔ مگر کسی وجہ سے ماسٹر صاحب سکول کی ملازمت ترک کر کے بہاولپور پولیس میں نوکر ہوگئے تھے، وہیں سے بذریعہ خط بیعت کی۔ بیعت کے خط کا جواب حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ یہ 1904ء کا واقعہ ہے۔ دستی بیعت 1906ء میں کی تھی۔

وہیں پر ایک دفعہ ماسٹر صاحبؓ نے ایک مشہور ڈاکو کو تنِ تنہا گرفتار کرلیا۔ افسران بہت خوش ہوئے اوران کا نام ترقی کے لئے اُوپر بھجوایا گیا۔ اُدھر قادیان کے اخبارات میں ہائی سکول قادیان کے لئے ایک ڈرل ماسٹر کی ضرورت کا اشتہار شائع ہوا۔ ماسٹر صاحب نے فوراً اپنی خدمات پیش کردیں۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ ہیڈ ماسٹر تھے۔ انہوں نے لکھا کہ آپ کس قدر تنخواہ قبول کرلیں گے؟ ماسٹر صاحبؓ نے جواباً لکھا کہ مجھے صرف دو روٹیاں کافی ہیں۔ مولوی صاحبؓ نے لکھا کہ وضاحت سے لکھیں کہ آپ کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے پھر لکھا کہ صرف دو روٹیاں درکار ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ اقل ترین گزارے پر قادیان کی رہائش کو ترجیح دیں گے۔ جب یہ معاملہ حضرت علیہ السلام کے حضور پیش ہوا تو حضورؑ نے فرمایا کہ "روحانی آدمی معلوم ہوتے ہیں ان کو بلوالیا جائے"۔

ماسٹر صاحبؓ کا حُلیہ یہ تھا کہ اُس زمانہ کے رواج کے مطابق سر پر خاصی بڑی پگڑی، آنکھیں ذرا چندھیائی ہوئی سی، رنگت قدرے سیاہی مائل، داڑھی خاصی بڑی، قد پانچ فٹ تھا۔

ہر ملنے والے کو سلام کرنے میں پہل کرتے۔ بہت خوش اخلاق، مسافر نواز، ہمدرد، بچوں کو نصیحت کرتے۔ محنت مشقت سے کبھی عار نہ کی۔ ذکرِ الٰہی اور تہجد کے عادی۔ تبلیغِ سلسلہ کے بڑے مشتاق تھے۔ اپنے مافی الضمیر کو بڑی وضاحت سے مگر سادہ زبان میں بیان کرتے تھے۔ قادیان کے نواحی دیہات میں جا کر تبلیغ کرتے تھے۔ خصوصاً شمالی جانب موضع ٹھیکری والہ میں تو بالالتزام تبلیغ کے لئے جایا کرتے

تھے۔ اُن کی تبلیغ سے مختلف دیہات میں سینکڑوں لوگوں نے بیعت کی مگر ماسٹر صاحبؓ نے کبھی اس بات پر فخر نہ کیا۔ وہ تو اسے فریضہ خیال کرتے تھے۔

طبیعت کی سادگی کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ ریفریشر کورس کے لئے لاہور گئے۔ وہاں کُل تین آدمی آئے تھے۔ تینوں پاس ہوگئے۔ ماسٹر صاحبؓ نے واپس آکر بیان کیا کہ وہ پاس ہوگئے ہیں اور وہ تینوں میں سے تھرڈ آئے ہیں۔

پہلی شادی اپنے وطن میں کی۔ اہلیہ کا نام جنّت بی بی تھا۔ بہت نیک، مسکین طبع، پارسا، دعا گو خاتون تھیں۔ قادیان میں ان کو تپدق ہوگیا۔ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ معالج تھے مگر مرض بڑھتا گیا۔ تنگ آکر ایک دن ماسٹر صاحبؓ نے حضرت مسیح موعودؑ سے دعا کی درخواست کی اور کہا کہ آپ خدا کے مسیح ہیں اس کے لئے دعا فرمائیں ورنہ میں تو مایوس ہو چکا ہوں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ مومن تو مایوس نہیں ہوا کرتے۔ آپ بھی دعا کرتے رہیں میں بھی دعا کروں گا۔ خدا کی شان کہ کچھ عرصہ بعد صحت ہونی شروع ہوگئی اور بالآخر مرض بالکل جاتا رہا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے ان کو ایک لڑکا دیا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ مگر کئی سال بعد مرض پھر عود کر آیا اور وہ فوت ہوگئیں۔

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے ماسٹر صاحب کی دوسری شادی لدھیانہ کی ایک پٹھان عورت محمودہ بیگم صاحبہ سے کرادی۔ یہ خاتون اپنے ہمراہ دو بچے بھی لائیں جنہوں نے ماسٹر صاحبؓ کی دوسری اولاد کے ساتھ پرورش پائی۔

باوجود تنگی کے ماسٹر صاحب کے مُنہ سے کبھی شِکوہ نہیں سنا۔ جنگ عظیم اول کے اختتام کے قریب آٹا روپے کا اڑھائی سیر ملتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے ایک کثیرالعیال خاندان کا ایک دن بمشکل پورا ہوتا تھا۔ ماسٹر صاحبؓ کے ذمہ میاں صدرالدین صاحبؓ سابق درویش کا ڈیڑھ صد روپے قرض ہوگیا۔ ایک دن پھر آٹا لینے چلے گئے اور بڑی عاجزی سے کہنے لگے کہ میاں صدرالدین! مَیں پھر آٹا لینے آگیا ہوں گو میرے ذمہ پہلے ہی آپ کا کافی بقایا ہے۔ اتنا ہی سُن کر اُس مردِ خدا نے کہا: ''یار ماموں خان! بچوں کو بھوکا نہ رکھنا تم جتنا چاہو آٹا لے جایا کرو۔ قرض ادا ہو ہی جائے گا''۔ چونکہ ماسٹر صاحب کی نیت بھی قرض ادا کرنے کی تھی ایک دفعہ ایک ایسی رقم مل گئی جس کا کبھی خواب و خیال بھی نہ تھا اور قرضہ یکمشت ادا کر آئے۔

ایک دفعہ ان کے ایک عزیز دوست پر کچھ سختی کے ایام آگئے۔ اُدھر اُن کو ایک جگہ جانا تھا۔ زادِراہ بھی نہ تھا اور جوتا بالکل ناکارہ سا تھا۔ ماسٹر صاحبؓ کو علم ہوا تو کچھ روپے اور اپنا جوتا دے آئے جو اُن کے ناپ کے برابر تھا۔ یہ دونوں اشیاء گو چند دن بعد نہایت شکریہ سے واپس کردی گئیں مگر ماسٹر صاحب کی ہمت دیکھئے۔ تھوڑے دنوں بعد اسی دوست نے جبکہ اس کا ابتلاء ختم ہوگیا تھا ماسٹر صاحب کو ایک رقم پیش کی۔ گو ماسٹر صاحب نے شکریہ کے ساتھ انکار کیا مگر انہوں نے دے کر ہی دم لیا۔

جنگِ عظیم اوّل کے دوران ایک قسم کا بخار وبائی صورت میں پھیل گیا۔ قادیان میں بھی اس بخار نے بڑی تباہی مچائی۔ بہت لوگ فوت ہوئے۔ میرا چھوٹا بھائی ناصر بعمر چار سال بھی فوت ہوگیا۔ ہم ان دنوں دارالفضل میں رہا کرتے تھے جہاں صرف چار پانچ گھر آباد تھے۔ ہم فکرمند تھے کہ قبر کھودنے کے لئے کس کو کہا جائے۔ اتنے میں ماسٹر ماموں خان صاحب آئے اور کہنے لگے کہ وہ قبر تیار کرآئے ہیں۔

ماسٹر صاحب، صاحبِ رؤیائے صادقہ وکشوف تھے۔ تمام واقعات تو نہیں لکھے جاسکتے صرف ایک لکھ دیتا ہوں کہ تقسیم ملک کے بعد ماسٹر صاحب جیمس آباد سندھ میں مقیم تھے۔ آنکھیں جو پہلے ہی خراب رہتی تھیں زیادہ خراب ہوگئیں۔ آپریشن بھی کامیاب نہ ہوا اور بینائی بالکل زائل ہوگئی۔ ایک دن انہوں نے کشف میں دیکھا کہ ماسٹر حسن محمد صاحب ساکن کلو سوہل نزد قادیان ماسٹر صاحبؓ سے ملاقات کے لئے آئے ہیں۔ ماسٹر صاحب نے بچوں کو آواز دی کہ دیکھو ماسٹر صاحب آئے ہیں ان کو بٹھاؤ۔ بچوں نے کہا کہ یہاں تو کوئی نہیں آیا ہوا۔ خدا کی قدرت تھوڑی دیر بعد فی الواقعہ ماسٹر حسن محمد صاحب تشریف لے آئے۔

شہر ماچھی واڑہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اَور نشان بھی ظاہر ہوا جس کی تفصیل یہ ہے کہ لیکھرام کے قتل (6مارچ 1897ء) کے بعد اپریل میں حضورؑ نے آریوں کو مخاطب کر کے اشتہار دیا کہ اگر کوئی بہادر کلیجہ والا آریہ ہے تو وہ قسم کھا کر اعلان کردے کہ لیکھرام کا قتل مرزا غلام احمد کے ایماء اور حکم سے اور سازش سے ہوا ہے۔ اے خدا اگر یہ بیان غلط ہو تو ایک سال کے اندر مجھ پر ایسا دردناک عذاب آئے کہ دنیا سمجھ لے کہ یہ کسی انسانی تدبیر کا نتیجہ نہیں۔ اس کے بعد اگر وہ میری بددعا سے بچ گیا تو میں مجرم اور اُس سزا کے قابل ٹھہروں گا جو ایک قاتل کو ہوتی ہے۔ اور تو کوئی مقابل نہ آیا مگر ماچھی واڑہ کا گنگا بشن جو پولیس میں ملازم تھا اُس نے اشتہار دیا کہ وہ قسم کھانے کو تیار ہے۔ اور یہ بھی لکھا کہ وہ لیکھرام کا قائمقام ہے لیکن شرط یہ ہوگی کہ اگر پیشگوئی پوری نہ ہو تو پیشگوئی کرنے والے کو پھانسی دی جائے۔ دوسرے وہ پہلے دس ہزار روپے جمع کرائے جو پیشگوئی پوری نہ ہونے کی صورت میں گنگا بشن کو ملے۔ تیسرے یہ کہ جب وہ قسم کھانے کے لئے قادیان آئے تو اُسے قتل نہ کردیا جائے مرزا صاحب اس کی گارنٹی دیں۔ حضورؑ نے 5/اپریل 1897ء کے اشتہار میں اس کی سب شرائط منظور فرمالیں۔

اب جب گنگا بشن کو موت سامنے نظر آنے لگی تو اُس نے ایک شرط اور بڑھا دی کہ جب مرزا صاحب جھوٹے ثابت ہوں تو پھانسی کے بعد ان کی لاش مجھے دی جائے تاکہ میں اُسے جلا کر دریا برد کروں۔ حضور علیہ السلام نے یہ شرط بھی مان لی مگر یہ بھی فرمایا کہ گنگا بشن ان الفاظ میں قسم اُٹھائے کہ:

''بالضرور لیکھرام غلام احمد کی سازش اور شرکت سے قتل کیا گیا ہے اور پورے یقین سے جانتا ہوں کہ یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی بلکہ ایک انسانی منصوبہ تھا جو پیشگوئی کے بہانے سے عمل میں آیا۔ اگر میرا یہ بیان صحیح نہیں ہے تو اے خدائے قادرِ مطلق اس شخص کا سچ ظاہر کرنے کے لئے اپنا یہ نشان دکھلا کر ایک سال کے اندر مجھے ایسی موت دے کہ جو انسان کے منصوبہ سے نہ ہو اور میں ایک سال کے اندر مر گیا تو دنیا یاد رکھے کہ میرا مرنا اس بات پر گواہی ہوگی کہ واقعی طور پر یہ خدا کا الہام تھا انسانی سازش نہیں تھی اور نیز یہ کہ واقعی طور پر سچا دین اسلام ہے اور دوسرے تمام مذاہب جیسے آریہ مذہب، سناتن دھرم اور عیسائی وغیرہ تمام بگڑے ہوئے عقیدے ہیں۔''

یہ بھی حضورؑ نے فرمایا کہ اگر گنگا بشن ایک سال کے اندر مرجائے تو اس کی لاش ہم کو ملے اور وہ اس کی ضمانت کے طور پر دس ہزار روپے بنک میں جمع کرائے کیونکہ اگر اس کے ورثاء مجھے اس کی لاش نہ دیں تو دس ہزار روپے مجھے مل جائیں۔

گنگا بشن نے اعلان کر دیا کہ چونکہ اُس کے پاس اس قدر روپیہ نہیں ہے اس لئے معاملہ ختم سمجھا جائے۔ مگر حضورؑ نے 27/اپریل کو پھر اشتہار دیا کہ آریہ سماج کو فکر چاہئے۔ اگر گنگا بشن کے پاس دس ہزار روپیہ نہیں تو آریہ سماج جمع کرا دے۔ جو لیکھرام کے قاتل کے لئے گراں رقوم بطور انعام رکھتے ہیں یہ نفع کا سودا کیوں نہیں کرتے۔ میرا جھوٹ ثابت کرنے پر تمہارا جمع شدہ دس ہزار روپیہ اور میری لاش اور میرا جمع کرایا ہوا دس ہزار روپیہ مل جائے گا۔ گھبراتے کیوں ہو؟ مگر جھوٹ کے پاؤں کہاں۔ کچھ دنوں میں سب آریہ دبک کر بیٹھ گئے۔

اب خدا کی قدرت کا تماشا دیکھئے کہ سیّد عبدالہادی شاہ صاحبؓ نے حضور علیہ السلام کو ایک خط لکھا اور لکھا کہ میں خیریت سے ہوں وغیرہ۔ اتفاق سے اُسی دن گنگا بشن نے بھی اپنے معاملہ کے متعلق حضرت اقدسؑ کو خط لکھا جس کے آخر میں اُس نے از راہ شرارت یہ لکھ دیا کہ آپ کا مرید عبدالہادی سخت بیمار اور لاچار ہے۔

دونوں خطوط ایک ہی وقت میں ماچھی واڑہ سے ڈاک میں ڈالے گئے۔ ایک ہی وقت میں قادیان پہنچے۔ حضورؑ نے ڈاک میں پہلے سیّد عبدالہادی صاحبؓ کا خط ملاحظہ فرمایا کہ ''اس اندھے کو اپنے قصبہ میں رہ کر یہ بھی نظر نہ آیا کہ ہمارے دوست تو خیریت سے ہیں''۔

بس یہ فقرہ گنگا بشن کو لے ڈوبا۔ اس کے جلد بعد ہی اس کی آنکھوں کا نور جاتا رہا۔ بظاہر اُس کی آنکھیں بالکل درست تھیں، نہ کوئی بیماری ہوئی نہ درد ہوا مگر بینائی جاتی رہی۔ جتنے طبیبوں نے اُسے دیکھا یہی کہا کہ کوئی بیماری نہیں ہے۔ حتّٰی کہ لدھیانہ کے مشہور مشنری ڈاکٹر سمتھ صاحب نے بھی اُسے کہہ دیا کہ تم مکر کرتے ہو مگر وہ پکار پکار کر کہتا تھا: مجھے تو کچھ نظر نہیں آتا۔ فاعتبروا یااولی الابصار!

خدا کے پیارے کو چھیڑنے کا مزہ آ گیا۔ ابھی گنگا بشن کے لئے ایک اور سزا باقی تھی۔ وہ اس طرح کہ جلد بعد اُسے فالج ہو گیا۔ چلنے پھرنے سے قطعی معذور ہو گیا۔ حتّٰی کہ ہسپتال میں دوسروں کے کندھے پر سوار ہو کر جایا کرتا تھا۔ ماسٹر ماموں خان صاحبؓ نے اپنی روایات میں لکھا ہے کہ ''گنگا بشن کو میں نے اُڑاتے دیکھا ہے۔'' اس پنجابی لفظ کے معنی ہیں کہ وہ مہیب آوازیں نکالا کرتا تھا۔ اور ایک سال کے اندر اندر وہ بڑی تکلیف اور حسرت سے مرا۔

یہ وہ شخص تھا جو اپنے آپ کو لیکھرام کا قائمقام کہتا تھا۔ دونوں میں مماثلتیں بھی خوب ہیں۔ دونوں شاتم رسول مقبول ﷺ تھے۔ دونوں آریہ سماج کے ممبر تھے۔ دونوں پولیس میں ملازم تھے۔ دونوں پر غیر معمولی عذاب وارد ہوا۔

حضرت ماسٹر ماموں خان صاحبؓ نے 21/اپریل 1961ء بعمر 90 سال جیمس آباد سندھ میں وفات پائی اور اگلے روز بعد نماز مغرب بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ بہت خوب آدمی تھے۔

اللّٰھمّ اغفرلہٗ واجعل جنۃ الماویٰ مسکن لہٗ۔

اِک نشاں کافی ہے......

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت فتح محمد بزدار صاحبؓ کو 313 کبار صحابہ میں شامل فرمایا ہے۔ آپؓ کی ایک بہن حضرت غلام فاطمہ بیگم صاحبہ بھی ایک نیک اور پارسا خاتون تھیں اور الہام اور رؤیا و کشوف کے مرتبہ سے مشرّف تھیں۔ انہوں نے 13 مئی 1897ء کو ایک اشتہار طبع کروایا جو یہ تھا:

''میری شہادت حقہ کو غور سے سُنو اور پڑھو

مَیں ایک عورت اُمّی عربی اور فارسی سے محض بے خبر ہوں، یہ خدا تعالیٰ کی صریح کرامت ہے کہ عربی میں مجھے الہام ہوتے ہیں اور الہام اور کشف کے رُو سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعویٰ مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کی مجھے خبر ہو چکی ہے۔ اور کشف میں مجھے مرزا غلام احمد صاحب دکھلایا گیا ہے اور ایک آواز دینے والے نے مکرّر سہ کرّر پکار کر کہا کہ مرزا صاحب کی فتح ہوئی ہے اب اگر کوئی میری گواہی مانے یا نہ مانے لیکن میرے الہام کی سچائی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ جس زبان میں مجھے الہام ہوتا ہے یعنی عربی میں، اُس سے مَیں بے خبر ہوں۔ لہٰذا یہ اشتہار بطور شہادت و صداقت بذریعہ اپنے بھائی حقیقی فتح محمد بزدار کے شائع کرتی ہوں تا کہ امانت خدا تعالیٰ کی لوگوں میں پہنچا دوں۔

...... عاجزہ غلام فاطمہ بنت محمد خان بزدار سکنہ خاص شہر لیّہ ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان بذریعہ برادر حقیقی خود فتح محمد بزدار مورخہ دہم ذی الحجہ ہجری مطابق 13 مئی 1897ء۔''

(عسل مصفّٰی جلد دوم صفحہ 470-468 از مرزا خدا بخش صاحب قادیانی)

حضورؑ نے اپنی کتاب ضرورۃ الامام میں آپؓ کے ان الہامات و کشوف کا ذکر کر کے ایک شخص کو (جس نے بوجہ اپنے الہامات کے یہ کہا تھا کہ مجھے آپ کی بیعت کی ضرورت نہیں) مخاطب کر کے فرمایا:

''مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میری جماعت میں اس قسم کے مُلہم اس قدر ہیں کہ بعض کے الہامات کی ایک کتاب بنتی ہے۔ ...... اور بعض عورتیں میری مصدّق ہیں جنہوں نے ایک حرف عربی کا نہیں پڑھا اور عربی میں الہام ہوتا ہے، میں نہایت تعجب میں ہوں کہ آپ کی نسبت اس کے الہامات میں غلطی کم ہوتی ہے، 28 ستمبر 1898ء کو ان کے چند الہامات مجھ کو بذریعہ خط اُن کے برادر حقیقی فتح محمد بزدار کے ملے۔'' (ضرورۃ الامام)

سرزمین افغانستان کی قدیم تاریخ

(سیّد حسن خان۔ لندن)

سرزمین افغانستان وہ بدقسمت ملک ہے جہاں سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کے جرم میں معصوم احمدیوں کا خون بہایا گیا اور نتیجۃً یہ سرزمین خدا کی نظروں سے گرگئی اور نہ صرف اس جرم کا مرتکب ہونے والوں کو عبرتناک انجام سے دوچار ہونا پڑا بلکہ شدائد و مصائب کا تسلسل بھی اس سرزمین کا گویا کہ مقدّر بن کر رہ گیا ہے۔ ذیل میں اوّلین شہدائے احمدیت سے قبل کی افغانستان کی تاریخ اختصار سے پیش ہے:

BC600 (قبل از مسیحؑ) میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایک قبیلے کا سردار ''سومائل'' نامی یوروشلم سے ہجرت کرکے افغانستان میں آباد ہوا۔ اس کے ایک پوتے کا نام ''افغاناح'' تھا جس کے نام پر افغانستان رکھا گیا۔ اس بات کی گتھی اس وقت کھلی جب بارہویں عیسوی صدی میں ہزارجات کے علاقہ میں ایک قبر سے یہ عبارت کندہ پائی گئی۔ (کتب بھابانی سین گپتا 1986ء)

افغانستان کی تاریخ کے بارہ میں بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے تقریباً دو ہزار سال قبل ایران کے دو قبیلے جن کا لیڈر سائرس تھا، نے افغانستان پر پانچ سو سال حکومت کی۔ بعد اس کے BC330 میں یونان کا ایک عظیم جنگجو سکندر اعظم فارس کو شکست دینے کے بعد ہرات کے راستے افغانستان میں داخل ہوا اور اِسے تاراج و پامال کرتا ہوا ہندوستان جا پہنچا جہاں پورس جو اس وقت ہندوستان کا سب سے بڑا اور طاقتور حکمران تھا اس کے مقابل پر آیا لیکن سکندر اعظم نے اس کے لاتعداد لشکر اور جنگی ہاتھیوں کے باوجود اسے بھی شکست فاش دی۔ جو تاریخ ہند میں ایک زبردست جنگ کہلاتی ہے۔ ہندوستان کی فتح کے بعد وہ چین و تبت کے بلند و بالا پہاڑوں پر قائم قدیم و مضبوط حکومت پر بھی دھاوا بولتا چلا گیا۔ اس نے ان فتوحات کے ذریعہ مال و دولت اور ہیرے جواہرات کے انبار لگا لئے۔ لیکن جب وہ مذکورہ بالا ممالک کی فتوحات کے بعد فارس کے راستہ اپنے دارالحکومت کی طرف لوٹ رہا تھا تو چند روزہ شدید علالت کے بعد راستے میں ہی اس کا انتقال ہوگیا۔ جبکہ اس کی عمر صرف 36 سال تھی۔ سکندر اعظم کی لاش یونان لاکر حنوط کی گئی اور اس کے لئے سونے کے جواہرات سے مرصع تابوت تیار کیا گیا۔ اس کی قبر سکندریہ میں ہے۔

افغانستان اپنے اہم جغرافیائی محلِ وقوع کے سبب ہر دور میں اہمیت کا حامل رہا ہے۔ منگول ہوں یا تاتاری، ایرانی ہوں یا عرب، ترک ہوں یا ہندوشاہی، روسی ہوں یا برطانوی اور امریکی۔ غرضیکہ ایک کے بعد دوسرے حملہ آوروں نے اسے تاراج کیا اور خاک و خون میں نہلایا۔ بعض حملہ آوروں نے محض لُوٹ مار کی اور بعض حملہ آور یہاں کی آبادی میں گھل مل گئے۔ بعض لُوٹ مار کے لئے آئے اور لُوٹ مار اور مار دھاڑ کرکے چلتے بنے۔ تو کبھی ان قبائل نے آپس میں لڑائیوں کی طرح ڈالی۔ غرضیکہ یہ سرزمین ہر زمانہ میں گھوڑوں کے ٹاپوں، تلواروں کی جھنکار، ٹینکوں کی گڑگڑاہٹ، توپوں کی گرج اور بموں کی دھمک سے ہمیشہ گونجتی رہی۔ گویا ماسوائے ایک دو کے کسی نے بھی ان کے زخموں پر مرہم نہیں رکھا۔ یہ خونی عمل بہت دیر سے جاری ہے اور خدا جانے کب تک جاری رہے گا۔

مغلوں کا جدِّ امجد تموچین (چنگیز خان) جو 549 ہجری میں تیسوکا کے ہاں پیدا ہوا۔ تیسوکا بہادر نے اپنے بیٹے کا نام تموچین رکھا مگر بعد میں اس کا نام تبدیل کرکے چنگیز خان رکھ دیا گیا۔ اس طرح تاریخ میں چنگیز خان کے نام سے مشہور ہوا۔ 562 ہجری میں تیسوکا بہادر کی وفات کے بعد چنگیز خان باپ کی جگہ بادشاہ بنا جس وقت اس کی عمر صرف 13 سال تھی۔

617 ہجری میں چنگیز خان اسلامی ریاستوں کی طرف متوجہ ہوا اور بخارا اور سمرقند وغیرہ فتح کرتا ہوا بلخ، ہرات جا پہنچا اور وہاں قتل عام کیا۔ اس طرح بلخ، بامیان اور غزنی کے آباد شہر تاراج کردیئے۔ پھر چودھویں صدی میں امیر تیمور نے طاقت حاصل کی اور ترکستان، افغانستان، عراق، شمالی ہندوستان اور ایشائے کوچک کو تہہ بالا کرڈالا۔ دراصل امیر تیمور اور چنگیز خان آٹھویں پشت سے ایک ہی نسل کے ہیں جو حضرت نوح علیہ اسلام کے تین بیٹوں، حام، سام اور یافث میں سے یافث کی نسل سے ہیں۔ تاتار، چنگیز خان اور امیر تیمور ایک ہی نسل سے ہیں جو ترک بھی کہلاتے ہیں۔ (حوالہ تاریخ اسلام محمد اکبر شاہ نجیب آبادی)

1738ء میں ایرانی نادر شاہ افشانی، جو کہ صفوی تھا، نے تیمور خاندان کا خاتمہ کردیا اور قندھار اور ہرات پر قبضہ کرلیا۔ اس نے شمالی افغانستان سے کشمیر تک فتوحات حاصل کیں۔ بارہویں صدی عیسوی میں ایک اسلامی سپہ سالار محمود غزنوی نے اس ملک کو فتح کیا جس کے بعد پانچ سو سال مسلمانوں نے افغانستان پر شاندار حکومت کی۔ پندرھویں سے سترھویں صدی تک مغلوں کی حکومت رہی جس کی ابتداء مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر نے کی، اس طرح مغلوں نے شان و شوکت سے تقریباً دو سو سال حکومت کی۔ 1747ء میں احمد شاہ ابدالی نے پہلے قندھار پر حملہ کرکے اسے زیرنگیں کیا اور پھر جلد ہی پورے ملک پر قابض ہوگیا۔ 1761ء میں اس نے ہندوؤں کی ریشہ دوانیوں سے خلاصی پاکر افغانستان کی سرحد کو دہلی اور کشمیر تک وسعت دی اور افغان قوم کا باپ کہلایا اور اپنا نام یا لقب ''درّ درّان'' اختیار کیا۔ درّانی خاندان نے دو سو سال تک افغانستان پر حکومت کی۔

1880ء سے 1901ء تک ایک جابر اور ظالم بادشاہ امیر عبدالرحمٰن خان نے حکومت کی۔ (سرزمین افغانستان از سید حسن خان)

❁ آنحضرت ﷺ اپنے تقویٰ کی بنا پر غریب صحابہؓ سے ملنے، اُن کے ساتھ بیٹھنے اور ان سے پیار کرنے میں کوئی عار نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک دن بازار سے گزرتے ہوئے اپنے ایک غریب صحابیؓ کو مزدوری کرتے ہوئے دیکھا جو پسینہ سے شرابور تھا۔ آپ دبے پاؤں گئے اور انتہائی محبت سے پیچھے سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

❁ مسجد نبوی میں ایک عورت جھاڑو دیا کرتی تھی۔ وہ فوت ہوگئی تو صحابہؓ نے جنازہ پڑھ کر اسے دفن کردیا۔ صبح آنحضرت ﷺ کو علم ہوا تو بہت دکھ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے کیوں اطلاع نہ دی؟ پھر صحابہؓ کے ساتھ اس غریب و مسکین عورت کی قبر پر تشریف لے جاکر اس کی نماز جنازہ ادا کی۔

شادیوں سے متعلق چند بدرسومات

(کلیم احمد طاہر۔ سیکرٹری رشتہ ناطہ یو کے)

لندن میں سال بھر ہی شادیوں کا موسم رہتا ہے اور بکثرت خوشی کی ایسی تقاریب منعقد ہوتی ہیں۔ لیکن بعض اوقات ان تقاریب میں بعض خاندان شادی بیاہ کی بے پناہ مصروفیت کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کی اس عظیم الشان نعمت اور انعام کا صحیح حق ادا کرنے میں سُستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

❁ مثلاً نماز باجماعت ہی لے لیجئے۔ مہمانوں کی آمد کا عذر سامنے رکھ کر نمازوں کے بارے میں سخت غفلت دکھائی جاتی ہے۔ بالخصوص گھر کی مالکن، بہو بیٹیاں اس بارہ میں سخت کمزوری کا نمونہ پیش کرتی ہیں۔

مرد بھی اگر چاہیں تو مہمانوں کو تحریک کرکے قریبی مسجد میں لے جاسکتے ہیں یا مسجد دُور ہو تو باقاعدہ نماز کے وقت دریوں، صفوں کا انتظام کرکے گھر کے بزرگ سب کو نماز کے لئے تیار کرسکتے ہیں۔ اذان دلوائی جائے اور نماز باجماعت ادا کرلی جائے۔ عورتیں بھی شریک ہوکر چند منٹ میں یہ اہم فریضہ ادا کرسکتی ہیں لیکن ضرورت ہے کہ مہمانوں کی تعداد کے مطابق پہلے سے دریوں وغیرہ کا انتظام ہو، بڑے بزرگ عہد کریں کہ ہم نے شادی کے اس گرانقدر انعام کے موقع پر اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنا ہے اور اس کارخیر میں شرکت کرنے کے لئے سب افرادِ خانہ کو بغیر حجاب کے پیغام دینا ہے۔ آپ اس بات پر عمل کرکے دیکھ لیں۔ سبھی آپ کے شکرگزار ہوں گے کہ یہ نیکی کا کام کروادیا ورنہ شادی کے ہاؤ ہو میں سستی ہوجاتی۔

❁ دوسری بات پردہ سے متعلق ہے۔ بعض جماعتوں میں یہ بیماری ''عریانی'' کی حد تک پیدا ہوگئی ہے اس کی مرکزی وجہ ایک ہی ہے اگر ہم ایسے مواقع پر خداتعالیٰ کے احسان اور شادی جیسے گرانقدر انعام پر اپنے مولیٰ کریم کو اور اس کی تعلیم کو مدّنظر رکھیں تو اس گناہ سے بچ سکتے ہیں۔ ہمارے ربّ علیم وخبیر سے کوئی چیز اوجھل نہیں۔ مردوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے گھروں سے چلتے وقت دیکھیں کہ ان کی بہو بیٹیاں بے پردتو نہیں؟

یہاں بسااوقات شادی ہال کے قریب پارکنگ نہیں ملتی۔ کاریں فاصلہ پر کھڑی کی جاتی ہیں۔ نتیجۃً بے پردخواتین کی نمائش دُور سے شروع ہوجاتی ہے۔ اپنے مرد غض بصر سے کام بھی لے لیں تو بھی مہمانوں میں بڑی تعداد غیروں کی ہوتی ہے۔ وہ نامعلوم اپنے گھروں میں جاکر اس افسوسناک عریانی کا کس رنگ میں ذکر کرتے ہوں گے۔ اس بارہ میں صدر جماعت اور صدر لجنہ کو شادی کی تقریب سے قبل شادی والے گھرانوں کو خلفائے سلسلہ کی ہدایات پہنچانی چاہئیں۔

❁ پردہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مردوں اور عورتوں کے بیٹھنے اور کھانے کے لئے الگ الگ انتظام ہو۔ مرد بے حجابانہ عورتوں کی طرف نہ آئیں۔

❁ عورتوں اور مردوں کی طرف اگر کھانا کھلانے کے لئے ویٹرز اور ویٹرسز کا انتظام ہے تو مرد عورتوں کی طرف ہرگز نہ جائیں۔ اسی طرح کھانا کھلانے والی لڑکیاں (Waitresses) مردوں کی طرف نہ آئیں۔

❁ تصاویر کے لئے ضروری ہے کہ جب دُور کے مہمان رخصت ہوجائیں تو پھر شادی والی فیملیز کی تصاویر لی جائیں اور یہ اعلان کردیا جائے کہ اگر کوئی خواتین تصاویر میں شامل نہیں ہونا چاہتیں تو وہ پردہ کی رعایت سے سٹیج سے الگ کچھ فاصلہ پر بیٹھ جائیں۔

آجکل موبائل فون پر بھی تصویریں بنائی جاتی ہیں۔ اس بارہ میں جوان جہاں بچیاں احتیاط سے کام لیں۔ یہ تصویریں بجلی کے کوندے کی طرح ساری دنیا میں پہنچ رہی ہوتی ہیں۔ نامعلوم ان پر کیا کیا تبصرے ہوتے ہوں گے اس لئے عورتوں کے حصہ میں ہونے کے باوجود شرم وحیا کے ساتھ اپنے آپ کو سمیٹ کر رکھنا اور غیر ضروری تصویروں سے اجتناب کرنا بہتر ہے۔

❁ بسااوقات جہیز کی نمائش ریاء اور تکبر کی علامت بن جاتی ہے اس لئے خلفائے سلسلہ ہمیشہ اس علّت سے بچنے کا ارشاد فرماتے رہے ہیں۔ جہاں اس نمائش سے غریب بچیوں کے دلوں پر اپنی محرومی کا احساس نمایاں ہوتا ہے وہاں ریاء سے ہمارا ایمان ضائع ہوجاتا ہے۔ لہٰذا گھر کے قریبی عزیزوں بہن بھائیوں کے علاوہ حتی الوسع کوشش کرنی چاہئے کہ نمائش سے بچیں اور جہیز کے پارچات اور زیورات وغیرہ اعلانیہ ہرکس وناکس کو دکھانے سے پرہیز کریں۔

❁ شادی بیاہ کے مواقع پر امیر تو امیر، غرباء بھی اِسراف کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔ نتیجۃً بعد میں سالہا سال تک قرضے اُتارنے کی مصیبت کا شکار رہتے ہیں۔ بعض لوگ تو یہ قرض بینکوں سے لیتے ہیں اور پھر زندگی بھر یہ بوجھ اُتار نہیں سکتے۔

ایک بار حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے شادی کے موقع پر امداد کے لئے عرض کیا۔ فرمایا: مَیں تمہیں وہی جہیز بنادیتا ہوں جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو دیا تھا۔ اُس شخص نے کہا: پھر اس سے تو میری ناک کٹ جائے گی۔ آپؓ نے فرمایا: کیا تمہاری ناک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک سے بھی اونچی ہے!۔

غرضیکہ ہر فیملی کو اپنی چادر اور چاردیواری کے اندر رہتے ہوئے سادگی سے شادیاں کرنی چاہئیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض شادیوں پر کھانے کا بھی انتظام نہیں فرمایا۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اپنا اپنا کھانا لے آؤ۔ حضورؐ اپنا کھانا لے آئے۔ کوئی کھجوریں لے آیا، کوئی ستّو لے آیا۔ سب نے اپنا اپنا کھانا کھالیا اور اس طرح سیّد ولد آدم، فخر انبیاء، سرتاج دوعالم کا ولیمہ ہوا۔

اپنی بعض شادیوں کے وقت، مثلاً حضرت عائشہؓ کے ساتھ شادی کے وقت، آپؐ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا اس لئے آپؐ نے کوئی ولیمہ بھی نہیں کیا، کوئی دعوت نہیں ہوئی۔

لہٰذا اس پاک اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھیں اور اسراف سے اجتناب کریں۔

❁ مشرقی ممالک کے بعض شہروں میں شادی کی اطلاع ملتے ہی بعض خواجہ سرا پہنچ جاتے ہیں۔ کوشش کرنی چاہئے کہ مصلحت کے ساتھ انہیں کچھ دے دلا کر

جلد از جلد رخصت کر دیا جائے تا معصوم بچے بچیوں کے ذہن اس سے آلودہ نہ ہوں۔ شکر ہے کہ برطانیہ اس علّت سے پاک ہے لیکن یہاں شادی ہالز میں بعض اوقات نامناسب میوزک اور گانے لگائے جاتے ہیں۔ انتظامیہ سے مل کر اُن کی جگہ دعائیہ نظمیں لگوانی چاہئیں۔

❁ شادی کے موقع پر دلہا کو دودھ پلانے کی رسم بھی ہے اور بعض اوقات دودھ میں مُضر صحت ادویہ بھی ملادی جاتی ہیں اور اسے خوش طبعی اور Fun قرار دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس سے دلہا ایسا بیمار ہوا کہ شادی ہی مؤخر کرنا پڑی۔ لہٰذا پوری کوشش کرنی چاہئے کہ رنگ میں بھنگ نہ پڑ جائے۔ دودھ تو طیّب خوراک ہے۔

ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام دودھ کو پسند کرتے تھے۔ اسے معمولی مقدار میں طیّب حالت میں ہی دلہا کو پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسے دلہا کی مہمان نوازی کے طور پر پیش کرنا چاہئے نہ کہ رسم کے طور پر۔

❁ شادی کے موقع کی ایک رسم دلہا کے جوتے چھپا کر اُس سے پیسے مانگنے کی ہے۔ ایسی اکثر و بیشتر رسوم ہندوآنہ کلچر سے مسلمانوں میں آئی ہیں۔ اگر دلہا کم پیسے دے تو بُرا منایا جاتا ہے گویا اس بابرکت خوشی کی تقریب کے آغاز میں ہی دلہا کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ایسی کوئی رسم ہمارے سیّد و مولیٰ اور آپ کے صحابہ کرام نے کبھی نہیں منائی۔ بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے بھی کسی نے نہیں منائی لہٰذا ہمیں ایسی فضول رسموں سے بچنے کا عہد کرنا چاہئے۔

❁ شادیوں کے مواقع پر وقت کی پابندی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اس میں شادی والے خاندان کے علاوہ آنے والے مہمانوں پر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر مہمان نہ ہوں، بارات نہ پہنچی ہو، بیوٹی پارلرز میں ہی دلہن اور دوسری بیبیوں کے گھنٹے صرف ہو جائیں تو وقت پر آجانے والے احباب شادی کی مسرّت کی بجائے انتظار کی اذیّت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

مجھے اس سلسلہ میں دو تین واقعات یاد آ رہے ہیں۔

خاکسار کے والد محترم لئیق احمد طاہر صاحب اُن دنوں ساؤتھال میں مقیم تھے۔ وانڈزورتھ ٹاؤن ہال میں ایک دوست کی دختر نیک اختر کی شادی تھی۔ وہ اِنہیں کہنے لگے کہ میری بیگم کی فرمائش ہے کہ آپ تلاوت کر دیں۔ اِنہوں نے معذرت کی کہ وقت پر تقریب شروع نہیں ہوتی، مَیں ساؤتھال سے وانڈزورتھ ٹاؤن ہال آنے کے لئے ایک گھنٹہ قبل چلوں تو وقت سے کچھ پہلے پہنچوں گا۔ فرمانے لگے کہ میرا وعدہ ہے وقت پر آپ تلاوت کریں گے۔ وہ وقت پر حاضر ہو گئے کیونکہ دعا کروانے والے دوست اور تلاوت کرنے والے صاحب کو بہر حال وقت سے پہلے پہنچنا ہوتا ہے۔ باقی مہمان لیٹ بھی ہوں تو انہیں شرمندگی نہیں ہوتی۔ اب انتظار شروع ہوا۔ مدعو کرنے والے دوست کچھ کچھ پریشان اور شرمندہ نظر آ رہے تھے۔ نصف گھنٹہ، ایک گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ اوپر ہو گیا لیکن تقریب شروع نہ ہوئی۔ بالآخر وہ بے حد شرمندگی کے ساتھ کہنے لگے کہ جن صاحب نے دعا کروانی ہے وہ اپنی بیگم کو جہاز پر چڑھانے کیلئے ایئرپورٹ پر چھوڑنے گئے ہوئے ہیں۔

دوسرا واقعہ مجھے یاد ہے وہ بھی ایسا ہی ہے۔ ایک بزرگ اور محسن نے والد صاحب کو تلاوت قرآن کریم کے لئے ارشاد فرمایا۔ بیٹے یا بیٹی کی شادی تھی۔ شادی سے ایک دن قبل اُن کے گھر فون کر کے پوچھا گیا کہ جو وقت ہمیں دیا گیا ہے کیا وہی وقت مقرّر ہے؟ تو اُن کی صاحبزادی نے بڑے وثوق سے کہا کہ انکل وہی وقت ہے جو سب کو دیا گیا ہے۔

یہ تقریبِ شادی محمود ہال کے ساتھ مارکی میں ہونی تھی۔ ہماری فیملی وقت پر پہنچی تو تعجب ہوا کہ ابھی میزیں لگائی جا رہی تھیں اور کچھ دیر کے بعد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ تشریف لے آئے۔ مارکی میں ابھی میزبان بھی نہیں پہنچے تھے۔ حضورؒ فوراً واپس تشریف لے گئے۔

تیسرا واقعہ ایک صاحب نے بتایا کہ وہ لنڈن سے شادی کی تقریب میں شرکت کے لئے لمبا فاصلہ طے کر کے ایک دوسرے شہر گئے تھے۔ جب پہنچے تو دیکھا کہ میزیں کرسیاں ایک van میں پڑی ہیں۔ انہیں افسوس ہوا کہ وہ لمبے سفر کی وجہ سے معمولی سا لیٹ ہو گئے تھے اور یہ کہ تقریب ہو چکی ہو گی۔ جب کسی سے پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ میزیں اور کرسیاں ابھی پہنچی ہیں، واپس نہیں بھجوائی جا رہیں۔ وہ حیرت میں مبتلا ہو گئے کہ اب کب میزبان آئیں گے۔ کرسیاں میزیں لگیں گی۔ کھانا پیش ہو گا اور وہ کب واپس لندن پہنچ پائیں گے۔

❁ ایک دردانگیز بات جو بار بار تجربہ میں آئی، یہ ہے کہ مہمانوں کی Catagories کے مطابق انہیں تقریب میں شرکت کے لئے وقت دیا جاتا ہے۔ بعض دوستوں کو ایک گھنٹہ قبل کی اطلاع ہوتی ہے اور بعض کو نصف گھنٹہ کی اور بعض کو چند منٹ پہلے پہنچنے کی۔ یہ تمام باتیں اس امر کی غمازی کرتی ہیں کہ ہمیں وقت کی قیمت کا ادراک نہیں ہے، ہمیں ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں شادی بیاہ کی تقاریب میں اپنے مولیٰ کریم کی رضا اور خوشنودی کو مقدم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بیوی سے تعلق

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ:

'' حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا پر جب کبھی بیماری کا حملہ ہوتا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہر طرح اُن کی ہمدردی اور خدمت کرنا ضروری سمجھتے تھے اور اپنے عمل سے آپؑ نے یہ تعلیم ہم سب کو دی کہ بیوی کے کیا حقوق ہوتے ہیں۔ جس طرح پر وہ ہماری خدمت کرتی ہے عند الضرورت وہ مستحق ہے کہ ہم اسی قسم کا سلوک اس سے کریں۔

چنانچہ آپ علیہ السلام علاج اور توجہ الی اللہ ہی میں مصروف نہ رہتے بلکہ بعض اوقات حضرت اُمّ المومنین کو دباتے بھی تا کہ آپؓ کو سکون ملے۔''

(سیرۃ حضرت مسیح موعودؑ از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ جلد دوم صفحہ 286-285)

نفسِ انسانی کی حرمت اور فتنہ وفساد کی ممانعت

قرآن وسنت میں انسانی جان کی جتنی تاکید کے ساتھ حرمت بیان کی گئی ہے، ہمارے زمانہ میں اس کی اتنی ہی بے حرمتی ہو رہی ہے۔معمولی معمولی بات پر کسی کو قتل کر دینا عام ہو گیا ہے۔ اور افسوس یہ ہے کہ بعض اوقات محض عصبیت یا فرقہ وارانہ اختلاف کی بناء پر وہ لوگ بھی اس سنگین جرم میں ملوث ہو جاتے ہیں جو اپنی عام زندگی میں دین دار سمجھے جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات اس جرم کا ارتکاب دینی خدمت سمجھ کر کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے:

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّہٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْفَسَادٍ فِیْ الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا وَمَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَاالنَّاسَ جَمِیْعًا وَلَقَدْ جَآءَ تْھُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ کَثِیْراً مِّنْھُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ فِیْ الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ۔ (المائدہ -33)

ترجمہ: اسی بناء پر ہم نے بنی اسرئیل پر یہ فرض کر دیا کہ جس نے بھی کسی ایسے نفس کو قتل کیا جس نے کسی دوسرے کی جان نہ لی ہو یا زمین میں فساد نہ پھیلا یا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اور جس نے اسے زندہ رکھا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندہ کر دیا اور یقیناً ان کے پاس ہمارے رسول کھلے کھلے نشانات لے کر آ چکے ہیں پھر اس کے بعد بھی ان میں سے اکثر لوگ زمین میں حد سے تجاوز کرتے ہیں۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے جو عظیم خطبہ ارشاد فرمایا تھا وہ امت کے لئے بلکہ دنیا کے سب انسانوں کے لئے ایک ابدی وصیت اور نصیحت تھی۔ اس میں اس بات پر سب سے زیادہ زور دیا گیا تھا کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہائیں اور دنیا میں اس نصیحت کو پھیلا دیں بلکہ دنیا کے کناروں تک پہنچا دیں کہ اسلام دینِ محبت اور امن کا گہوارہ ہے۔ ارشاد فرمایا:

تمہارے خون تمہارے مال اور (محمد بن سیرین کی روایت کے مطابق) تمہاری آبروئیں ایک دوسرے کے لئے ایسی ہی حرمت رکھتی ہیں جیسے تمہارے اس مہینے میں اس شہر (مکہ) اور تمہارے اس دن کی حرمت ہے۔ تم سب اپنے پروردگار سے جا کر ملو گے پھر وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا لہٰذا میرے بعد پلٹ کر ایسے کافر یا گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ خوب اچھی طرح سن لو کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دیں جو موجود نہیں۔ وہ اصل سننے والوں سے زیادہ اسے محفوظ رکھیں گے۔ پھر فرمایا کیا میں نے تم کو پیغام پہنچا دیا ہے؟ (صحیح البخاری باب حج الوادع)

اس حدیث میں جو فرمایا گیا کہ ’’میرے بعد پلٹ کر ایسے کافر یا گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو‘‘ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ یہ کافروں یا گمراہوں کا کام ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کریں۔ اور ایک مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کو کافر یا گمراہ کہہ کر قتل نہ کرنا۔ (فتح الباری۔ کتاب الدیات جلد 12 صفحہ 194)

اسی طرح حضرت عیاض انصاریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’ان لا الہ الا اللّٰہ کلمۃ علی اللّٰہ کریمۃ علی اللّٰہ لھا عنداللّٰہ مکان وھی کلمۃ من قالھا صادقاً ادخلہ اللّٰہ بھا الجنۃ ومن قالھا کاذباً حقنت دمہ وأحرزت ما لہ ولقی اللّٰہ غداً فحاسبہ‘‘

(مجع الزوائد کتاب الایمان باب فی ما یحرم دم المرء و مالہ، حدیث 55)

ترجمہ: یعنی ’’لا الہ الا اللہ‘‘ کا کلمہ اللہ تعالیٰ کو بہت عزیز ہے اور اس کا بڑا درجہ ہے اور یہ ایسا کلمہ ہے کہ اگر کوئی سچے دل سے کہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کلمے کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے گا۔ اور اگر جھوٹے دل سے کہے تو (دنیا میں) یہ کلمہ اس کے خون کو حرمت والا بنا دے گا۔ اور اس کے اعمال کو محفوظ کر دے گا۔ پھر جب وہ اللہ تعالیٰ کے پاس جائے گا تو وہ خود اس سے اس کا حساب لے لے گا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: أول ما یقضی بین الناس بالدماء

(صحیح البخاری کتاب الرقاق حدیث 6533)

ترجمہ: قیامت کے دن لوگوں کے درمیان جس بات کا فیصلہ سب سے پہلے ہو گا وہ خون ریزی کے معاملات ہیں۔ اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من صلی الصبح فھو فی ذمۃاللّٰہ فلا تخفرو اللّٰہ فی عھدہ فمن قتلہ طلبہ اللّٰہ حتیٰ یکبہ فی النار علی وجھہ۔

(رواہ ابن ماجہ کتاب الفتن رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند صحیح)

ترجمہ: جس شخص نے صبح کی نماز پڑھ لی وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آ گیا لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اس ذمہ داری کی بے حرمتی مت کرو۔ چنانچہ جو کوئی اس کو قتل کرے گا اللہ اسے طلب کرے گا یہاں تک کہ اسے منہ کے بل آگ میں پھینک دے گا۔

قرآن کریم کی جس آیت کو شروع میں پیش کیا گیا ہے اس میں بنی اسرائیل کو دیئے جانے والے حکم کے حوالے سے ارشاد فرمایا ہے کہ انسانی خون کو ارزاں نہ بناؤ۔ ایک انسان کی زندگی کو ختم کر دینا پوری انسانیت کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔ حجۃ الوداع کے خطبہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے انسان کی عزت، اموال اور جان و آبرو کا خیال رکھنے کا تاکیدی حکم ارشاد فرمایا تھا اور یہ حکم آگے پہنچاتے چلے جانے کی تاکید فرمائی تھی۔ یہانتک کہ صرف لا الہ الا اللہ کہہ دینا چاہے سچے طور پر ہو یا جھوٹے طور پر انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں داخل کر دیتا ہے۔ اور اگر کوئی جھوٹے طور پر پڑھتا ہے تو اس کا حساب لینا انسانوں کا کام نہیں ہے۔ بلکہ قیامت کے روز خدا خود اس سے اس کا حساب لے گا۔ اور اگر کوئی صبح کی نماز پڑھ لیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آ جاتا ہے اور جو کوئی ایسے شخص کو قتل کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں اوندھے منہ پھینک دے گا۔ اب ان احکامات کی موجودگی میں کسی کلمہ گو کو یہ کہنا کہ وہ جھوٹے طور پر پڑھ رہا ہے، اور پھر اسے قتل

کردینے کا کہاں جواز ہے اور مساجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے والوں کو گولیوں کا نشانہ بنادینا کتنا بڑا شیطانی فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اسلام میں مستقبل میں ہونے والے فتنوں اور فسادوں کا بھی ذکر فرمایا تھا۔

دراصل اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی کو دیکھ کر حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ساتویں سال میں یہ فتنے شروع ہوئے ان فتنوں کا سرغنہ ایک یہودی عبداللہ بن سبا تھا۔ جو یمن کا رہنے والا تھا شرارت کی طرف مائل ہوجانا اس کی جبلّت میں داخل تھا خفیہ منصوبہ بندی اس کی عادت تھی اور اپنے مطلب کے آدمی تاڑ لینے میں اس کو مہارت حاصل تھی اور نیکی کے پردے میں بدی کی تحریک کرنا اس کی عادت تھی۔ حکومت سے ناخوش اور سزا یافتہ لوگوں کو دوست بناتا اور سادہ لوح لوگوں کو اپنی چرب زبانی سے دام فریب میں پھنسا لیتا تھا۔ اس نے عالم اسلام کے مشہور مراکز میں جاکر سلطنت اسلامیہ کے خلاف فساد اور بغاوت اور اسلام سے بیگانگی کا بیج بویا جو بعد میں بڑھ کر ایک بہت بڑا درخت بن گیا۔

(ملخّص از طبری جلد 6 صفحہ 2922 مطبوعہ بیروت)

حق یہی ہے کہ یہ شورش ایک خفیہ منصوبہ کا نتیجہ تھی جس کے اصل بانی یہودی تھے جن کے ساتھ طمع دنیاوی میں مبتلاء بعض مسلمان جو دین سے نکل چکے تھے شامل ہوگئے تھے۔ (اسلام میں اختلافات کا آغاز از حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ صفحہ 282 مطبوعہ فضل عمر فاؤنڈیشن)

آج کے زمانہ میں بھی بہت سی نام نہاد اسلامی تنظیمیں مسلمانوں میں بنائی گئی ہیں جن میں عام مسلمان نوجوانوں کو اور کم تربیت یافتہ لوگوں کو جو نام کے مسلمان ہیں استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے ابتدائے اسلام میں سبائی سازشی گروہ نے ناپختہ کار عام مسلمان نوجوانوں کو یا سزا یافتہ اور دنیا دار لوگوں کو اپنی بنائی ہوئی ایک جنّتِ حمقاء کے دھوکے میں رکھ کر کام لیا جاتا تھا اور اسلامی ریاستوں کو کمزور کیا جاتا تھا اور اپنے مقاصد کو حاصل کیا جاتا تھا۔ اب بھی تو وہی کچھ ہورہا ہے۔ صرف نام بدل دئے گئے ہیں۔ اور کارروائی سب قَالَ اللّٰہُ وَ قَالَ الرَّسُوْل کی خلاف ورزی میں ہورہی ہے۔ نقصان کس کا ہورہا ہے؟ مسلم امّہ کا۔ اور کمزور کون ہورہا ہے؟ مسلمان قوم۔

مسلم ممالک اور نام نہاد اسلام کے نام پر بنائی جانے والی تنظیمیں ہی ہیں جن کو استعمال کیا جاتا ہے۔ کاش وہ نوجوانوں کو یہ بھی بتائیں کہ خودکشی اسلام میں حرام ہے۔ اور اپنے جسم کے ساتھ بم باندھ کر اپنے چیتھڑے اڑا کر اور اس کے ساتھ سینکڑوں ہزاروں مسلمانوں کو ہلاک کرنا انسان کو ہرگز جنت میں نہیں لے جاتا بلکہ جہنم رسید کردیتا ہے۔

کاش کہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہوسکے کہ ان کے ساتھ ایسا کیوں ہورہا ہے۔ کیوں وہ ایک عذاب میں مبتلاء ہیں۔ یہ اس لئے ہورہا ہے کہ انہوں نے خدا اور رسول ﷺ کے احکامات کو بھلا دیا ہے۔ اور وہ ایک عظیم الشان سچائی سے روگردانی کررہے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا:

من لم یعرف امام زمانه فقد مات میتة الجاهلیه

(رواه ابوداود الطیالسی فی مسنده و ابو نعیم فی حلیته عن ابن عمر)۔

(کنز العمال جلد3 صفحہ 200)

یعنی جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کرے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

نوٹ: یہ حدیث اہل تشیع کے ہاں بھی مسلم ہے۔

اسی طرح امام مہدی کے بارے میں حدیث میں ہے:

اذا رائیتموہ فاعرفوہ۔

(ابوداؤد جلد 6 صفحہ 216 کتاب الملاحم مطبوعہ مطبع نو لکشور)

یعنی جب تم امام مہدی کا زمانہ پاؤ تو تمہیں چاہئے کہ اسے شناخت کرو۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

فاذا رائیتموہ فبایعوہ ولو حبواً علی الثلج فانہ خلیفۃاللّٰہ المھدی۔

(ابن ماجہ کتاب الفتن جلد 2 باب خروج المھدی حدیث نمبر 4084)

یعنی جب تم امام مہدی کا زمانہ پاؤ تو اس کی بیعت کرو خواہ تمہیں برف پر سے گھٹنوں کے بل ہی اس کے پاس جانا پڑے کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام مہدی و مسیح موعود ہو کر آچکے ہیں اور تمام دنیا میں حقیقی اسلام کی منادی ہورہی ہے مگر بہتیرے نشانات دیکھنے کے باوجود بے حسی کا عالم ہے کہ لوگ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ اور جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب میرا مہدی ظاہر ہو تو اس کو میرا اسلام پہنچانا۔ چنانچہ بہت سے اہل علم بزرگوں نے آپ کو مانا اور آنحضرت ﷺ کا سلام پہنچایا۔ حضرت رسول پاک ﷺ نے امام مہدی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی تھی اور فرمایا تھا:

ان لمھدینا آیاتین لم تکونا منذ خلق السمٰوٰت و الارض ینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منه۔

(دارقطنی کتاب العیدین باب صفة الصلوۃ الخسوف)

ترجمہ: ہمارے مہدی کی صداقت کے دو نشان ہیں اور یہ دونوں نشان کبھی کسی کے لئے جب سے دنیا بنی ہے ظاہر نہیں ہوئے۔ رمضان میں چاند کو (چاند کی گرہن کی راتوں میں سے) پہلی رات کو اور (سورج گرہن کے دنوں میں سے) درمیانے دن کو سورج کو گرہن لگے گا۔

یادرہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی تائید میں چاند اور سورج گرہن کا یہ عظیم الشان نشان جو صرف خدائے قدیر کے اختیار میں تھا 1894ء بمطابق 1311ھ کو بالترتیب 13 رمضان (21 مارچ) اور 28 رمضان (6 اپریل) کو ظاہر ہوا۔

پس اب مسلمانوں کو علماء سوء کے پیچھے ہرگز نہیں چلنا چاہئے بلکہ ہر قسم کی آفات اور مصائب سے بچنے کے لئے صرف اور صرف امام وقت کا دامن پکڑنا چاہئے اور امام مہدی علیہ السلام کے جو خلیفہ اس وقت موجود ہیں ان کی بیعت کرکے جماعت احمدیہ میں داخل ہوجانا چاہئے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کی سچائی کو ماننے والے اب دنیا کے دوصد سے زائد ممالک میں موجود ہیں اور خدا کے فضل سے شاہراہِ ترقیات پر گامزن ہیں۔

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا